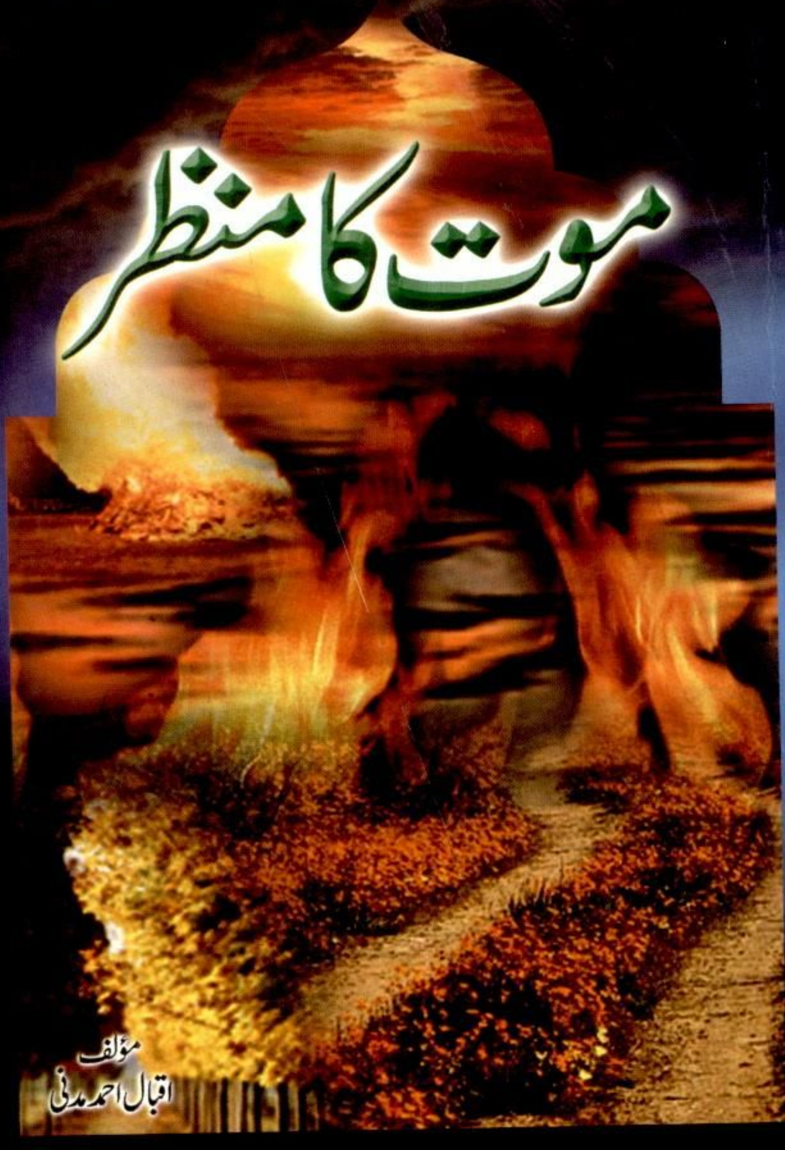
مرتے وقت مرنے والے کی کیفیت، جب ملک الموت اسے نظر آتا ہے

موت کا منظر



مؤلف
اقبال احمد مدنی

نزع کے وقت مرنے والے کی کیفیت
جب ملک الموت اسے نظر آتا ہے

موت کا منظر

مؤلف: اقبال احمد مدنی

شمع بک ایجنسی
نوید اسکوائر
نیو اردو بازار
کراچی
Ph:2773302

نام کتاب ———— موت کا منظر
مؤلف ———— اقبال احمد مدنی
ناشر ———— شمع بک ایجنسی
پرنٹر ———— خالد پرنٹر
ھدیہ ———— -/25 روپے

اسٹاکسٹ

رشید نیوز ایجنسی فریئر مارکیٹ کراچی
یونس بک ڈپو راجپوت مارکیٹ لاہور
اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی

فہرست

خبردار

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں۔
جس نے بڑے بڑے ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں موت سے مروڑ دیں اور اُونچے اُونچے تخت پر اکڑ کر بیٹھنے والے بادشاہوں کی کمریں موت سے توڑ دیں اور بڑے بڑے خزانوں کے مالکوں کی اُمیدیں موت سے ختم کر دیں۔ یہ سب لوگ ایسے تھے جو موت کے ذکر سے بھی نفرت کرتے تھے، لیکن اللہ کا جب وعدہ (موت کا وقت) آیا تو اُن کو گڑھے میں ڈال دیا اور اُونچے محلوں سے زمین کے نیچے پہنچا دیا۔ بجلی کے قمقموں کی روشنی سے اور نرم و آرام دہ بستروں، عیش و عشرت کی زندگی سے الگ کر کے قبر کے اندھیرے میں پہنچا دیا۔ غُلاموں اور باندیوں پر حکم چلانے والے زمین کے کیڑوں کے حوالے ہو گئے۔ اچھے اچھے کھانے اور پینے میں لذت ولُطف حاصل کرنے کی بجائے خاک میں لوٹنے لگے اور زندگی کی رونق کی بجائے تنہائی کی وحشت میں گرفتار ہو گئے۔ پس کیا ان لوگوں نے کسی مضبوط قلعہ کے ذریعہ موت سے اپنی حفاظت کر لی، اس سے بچنے کے لئے کوئی دُوسرا ذریعہ اختیار کر لیا۔

پس وہ ذات پاک ہے جس کے قہر اور غلبہ میں کوئی دُوسرا شریک نہیں اور ہمیشہ رہنے کے لئے صرف اُسی کی تنہا ذات ہے کوئی اس کا مثل نہیں۔ پس موت ہر شخص کو پیش آنے والی ہے اور مٹی میں جا کر ملتا ہے اور قبر کے کیڑوں کا ساتھی بنتا ہے اور منکر نکیر سے سابقہ پڑتا ہے اور زمین کے نیچے مدّتوں رہنا ہے اور وہاں بہت طویل زمانہ تک ٹھکانا ہے اور پھر قیامت کا سخت منظر دیکھنا ہے۔ اس کے بعد معلوم نہیں جنّت میں جانا ہے یا دوزخ ٹھکانا ہے تو نہایت ضروری ہے کہ مَوت کا فِکر ہر وقت آدمی پر مسلّط رہے۔ میرے دوستو! دُنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہو جائے بہر حال ختم ہونے والی ہے اور اس کا مال ومتاع چاہے کتنا ہی زیادہ ہو جائے ایک دن چُھوٹنے والا ہے۔

آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ اس کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ ایسی حالت میں کُھلی ہوئی بات ہے کہ آدمی میں اگر ذرا سی بھی عقل ہو تو ایسی چیز کو اختیار کرنا چاہیئے جو ہمیشہ اپنے پاس رہے گی۔ ایسی چیز کے پیچھے پڑنا جو کسی طرح بھی اپنے پاس ہمیشہ نہیں رہ سکتی بے وقوفی کی انتہا ہے۔ مگر ہم لوگوں کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس اسٹیشن کے ویٹنگ رُوم کی زیب وزینت پر دل لگائے بیٹھے ہیں اور قیام صِرف اتنا ہے کہ جب ریل گاڑی آجائے اس پر سوار ہو جانا ہے۔ اتنے ذرا سے وقت میں اگر آدمی اپنے سفر کی تیاری میں مشغول رہے اپنے سامانِ سفر کو تیار کر لے۔ جو چیزیں وطن میں پہنچ کر کام آنے والی ہیں اُن کو فراہم کرے، تو یقیناً اس کے لئے کارآمد ہیں۔ وہ اپنا یہ قیمتی وقت اور تھوڑی سی فرصت وہاں کے سیر سپاٹے میں خرچ کر دے، اپنا

سامان بکھرا پڑا رہے اور خود ویٹنگ رُوم کی صفائی اور اس کے فرنیچر کو قرینہ سے رکھنے میں لگ جائے یا اس سے بڑھ کر حماقت یہ کرے کہ اس میں کمرے لٹکانے کے لئے قد آدم آئینے اور نقشے خریدنے میں لگ جائے تو اپنا سامان بھی کھوئے گا اور اپنی زندگی بھی ضائع کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد، اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا ایسے ہی لوگ خسارے والے ہیں اور جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے اُس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ کہنے لگے اے میرے رَب مُجھ کو تھوڑے دن کی مہلت اور کیوں نہ دی کہ میں خیرات کردیتا اور نیک لوگوں میں ہوجاتا۔

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بھی جب اس کی موت کا وقت آجائے ہرگز مُہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ مال ومتاع کی مشغولی اہل و عیال کی مشغولی ایسی چیزیں ہیں جو اللہ جلِ شانہٗ کے احکامات کی تعمیل میں کوتاہی کا سبب بنتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دیکھتے ہی دیکھتے اہل وعیال، مال ومتاع سب کو چھوڑ کر چل دو۔ آج مہلت ہے جو کرنا ہے کرلو۔

میرے دوستو اور بزرگو! تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ رحم کرے۔ اپنی غفلت سے ہوشیار ہوجاؤ۔ اپنی نیند سے بیدار ہوجاؤ اس سے پہلے پہلے کہ یہ شور ہوجائے فلاں شخص بیمار ہوگیا ہے، ملیُوسی کی حالت ہے کوئی اچھا حکیم بتاؤ، کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ، پھر تمہارے لئے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بُلائے جائیں اور زندگی

کی کوئی بھی اُمید نہ دلائے۔ پھر یہ آواز آنے لگے کہ اُس نے وصیتیں شروع کر دیں' اے لو اُس کی تو زبان بھی بھاری ہو گئی۔ اب تو آواز بھی اچھی طرح نہیں نکلتی۔ اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں۔ لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے۔ کراہ بھی بڑھ گئی، پلکیں بھی جھکنے لگیں۔ اس وقت تمہیں آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے' لیکن زبان تتلا گئی۔ اب کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا۔ بھائی بند رشتہ دار کھڑے رو رہے ہیں۔ کہیں بیٹا سامنے آتا ہے، بیوی سامنے آتی ہے مگر زبان کچھ نہیں بولتی، اتنے میں بدن کے اجزا سے رُوح نکلنا شروع ہو جاتی ہے اور آخر وہ تو نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے۔ عزیز و اقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ عیادت کرنے والے رو کر چُپ ہو جاتے ہیں۔ دُشمن خوشیاں مناتے ہیں۔ عزیز رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے انسان کی زندگی کی۔

موت کا معاملہ نہایت سخت ہے اور ہم لوگ اس سے بہت غافل ہیں۔ اپنے مشاغل اور مصروفیت کی وجہ سے موت کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ اگر کرتے بھی ہیں تو محض زبانی تذکرہ، جو مفید نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ ذہن کو تمام دنیاوی جھمیلے سے فارغ کر کے اس طرح سوچے کہ گویا موت سامنے ہی ہے جس کی صُورت یہ ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور جاننے والے احباب کا حال سوچے کہ کیوں کر ان کو چارپائی پر لے جا کر مٹی کے نیچے دبا دیا۔ ان کی صُورتوں کا، ان کے اعلیٰ منصبوں کا خیال کرے اور غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح اُن کی اچھی صُورتوں کو ملیا میٹ کر دیا ہو گا۔ اُن کے بدن کے ٹکڑے الگ الگ

ہو گئے ہوں گے۔

کس طرح بچوں کو یتیم، بیوی کو بیوہ اور رشتہ داروں کو روتا چھوڑ کر چل دیئے۔ اُن کے سامان، اُن کے مال، اُن کے کپڑے پڑے رہ گئے۔ یہی حشر ایک دن میرا بھی ہوگا۔ کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے آج خاموش پڑے ہیں۔ کس طرح دنیا کی لذتوں میں مشغول تھے۔ آج مٹی میں ملے پڑے ہیں۔ کیسا موت کو بھلا رکھا تھا آج خود موت کا شکار ہو گئے۔ کس طرح جوانی کے نشہ میں تھے۔ آج ہاتھ الگ پڑا ہے، پاؤں الگ پڑا ہے، زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں، بدن میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے۔ کیا کھل کھلا کر ہنستے تھے، آج دانت گرے پڑے ہوں گے۔ کیسی کیسی تدبیریں سوچتے تھے، برسوں کے سامان سوچتے تھے حالانکہ موت سر پر تھی، مرنے کا دن قریب تھا، مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں ہوں گا۔ یہی حال میرا ہے۔ آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں کل کی خبر نہیں کیا ہوگا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

یہ حقیقت ہے زندگی کی

تم لوگوں پر اللہ جل شانہ، رحم کرے، اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنی نیند سے جاگ جاؤ۔ اس سے پہلے پہلے کہ یہ شور ہو جائے فلاں شخص بیمار ہو گیا ہے۔ مایوسی کی حالت ہے کوئی اچھا حکیم بتاؤ، کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ۔ پھر تمہارے لئے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بلائے جائیں اور زندگی کی کوئی امید نہ دلائے۔ پھر یہ

آواز آنے لگے کہ اُس نے وصیتیں شروع کر دیں۔ اے لواُس کی تو زبان بھی بھاری ہوگئی، اب تو آواز بھی اچھی طرح نہیں نکلتی، اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں۔ لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے، کراہ بڑھ گئی پلکیں بھی جھکنے لگیں۔ اس وقت تجھے آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے لیکن زبان تتلا گئی۔ اب کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا، بھائی بند، رشتہ دار کھڑے رور ہے ہیں۔ کہیں بیٹا سامنے آتا ہے، بھائی سامنے آتا ہے، بیوی سامنے آتی ہے، مگر زبان کچھ نہیں بولتی۔ اتنے میں بدن کے اجزاء سے رُوح نکلنا شروع ہو جاتی ہے اور آخر وہ تو نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے، عزیز و اقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ عیادت کرنے والے رودھو کر چپ ہو جاتے ہیں، دُشمن خوشیاں مناتے ہیں، عزیز، رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔

موت کا منظر

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں دنیا کی حقیقت دکھاؤں۔ میں نے عرض کی ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضور ﷺ مجھے ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر ایک کوڑی پر تشریف لے گئے۔ جہاں آدمیوں کی کھوپڑیاں، پاخانے، پھٹے ہُوئے چیتھڑے اور ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابو ہریرہ یہ آدمیوں کی کھوپڑیاں ہیں۔ یہ دماغ اسی طرح دنیا کی حرص کرتے تھے جس طرح تم سب

زندہ آج کل کر رہے ہو۔ یہ بھی اسی طرح امیدیں باندھا کرتے تھے جس طرح تم لوگ امیدیں لگائے ہوئے ہو۔ آج یہ بغیر کھال کے پڑی ہوئی ہیں اور چند روز اور گزر جانے کے بعد مٹی ہو جائیں گی۔ یہ پاخانے وہ رنگ برنگ کے کھانے ہیں جن کو بڑی محنت سے کمایا، حاصل کیا، پھر ان کو تیار کیا اور کھایا۔ اب یہ اس حال میں پڑے ہیں کہ لوگ ان سے (نفرت کر کے) بھاگتے ہیں (لذیذ کھانا جس کی خوشبو دُور سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی آج اُس کی بدبُو لوگوں کو اپنے سے متنفر کرتی ہے) یہ چیتھڑے وہ زینت کا لباس (جس کو پہن کر آدمی اکڑتا تھا آج یہ اس حال میں) ہے کہ ہوائیں اس کو اِدھر سے اُدھر پھینکتی ہیں، یہ ہڈیاں ان جانوروں کی ہڈیاں ہیں جس پر لوگ سواریاں کیا کرتے تھے (گھوڑوں پر بیٹھ کر مٹکتے تھے) اور دُنیا میں گھومتے تھے۔ بس جسے ان احوال پر (اور ان کے عبرت ناک انجام پر) رونا ہو وہ ان کو دیکھ کر رو دے۔" حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب بہت روئے۔

ایک اور حدیث میں حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ دُنیا (ظاہر کے اعتبار سے) میٹھی اور سرسبز ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ نے تم کو اس میں اپنے اسلاف کا جانشین اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ تم اس میں کیا عمل کرتے ہو۔ بنی اسرائیل پر جب دُنیا کی فتوحات ہونے لگیں تو وہ اس کی زیب و زینت اور عورتوں اور زیوروں کے چکر میں پڑ گئے۔ دوستو! غور کرو کہیں آج ہم بھی تو عورتوں کے چکر میں نہیں پڑ گئے۔

اللہ کی طرف سے موت کے بارے میں احکامات

آسمانوں پر جو فرشتے مختلف کاموں پر متعین ہیں، ان کو سال بھر کے احکامات ایک رات میں مل جاتے ہیں کہ اس سال فلاں فلاں کام کرنے ہیں اور فلاں فلاں شخص کے متعلق یہ عملدرآمد ہوگا۔ اس احکام کے بارے میں مختلف روایات ہیں کہ یہ احکام لیلۃ القدر میں ملتے ہیں یا شب برأت میں۔

اس رات میں ان سب کی فہرست فرشتوں کے حوالہ کردی جاتی ہے جو اس سال میں مرنے والے ہیں۔ دُنیا میں آدمی نہایت غفلت سے اپنے آپ میں مشغول ہوتا ہے اور آسمانوں پر اس کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوگیا ہے۔ اس کی موت کا حکم صادر ہو چکا ہے جس میں نہ کسی سفارش کی گنجائش ہے نہ اپیل کی۔ جو وقت اُس کی موت کا تجویز ہوا ہے اس میں ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں ہوسکتی ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سورۂ دخان کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے ان سب چیزوں کو نقل کیا جاتا ہے جو اس سال میں ہونے والی ہیں کہ اتنا رزق دیا جائے گا، فلاں فلاں مرے گا، فلاں فلاں پیدا ہوگا، اتنی بارش ہوگی۔ حتیٰ کہ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ اس سال فلاں فلاں شخص حج کو جائے گا۔ ایک حدیث میں ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کو دیکھو جو کہ وہ بازاروں میں چل پھر رہا ہے، لیکن اس کا نام اس سال کے مُردوں میں لکھا جا چکا ہے۔ ابونضرہؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں سال بھر کے سارے کام (فرشتوں پر) منقسم کردیے جاتے ہیں۔ تمام سال کی بھلائی، برائی، روزی اور موت و تکلیفیں

سال کی دے دی جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دن ملک الموت سے فرمایا کہ تم جس صُورت پر فاجر لوگوں کی جان نکالتے ہو وہ مجھے دکھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ اس کا تحمل نہ فرما سکیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں تحمل کرلوں گا۔

حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اچھا دوسری طرف منہ کر لیجئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے منہ پھیرلیا۔ اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اب دیکھ لیجیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب سامنے دیکھا تو ایک نہایت کالا آدمی (دیو کی شکل) بال بہت بڑے بڑے کھڑے ہُوئے، نہایت سخت بدبُو، کالے کپڑے، اُس کے مُنہ سے، ناک سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حالت دیکھ کر غش آ گیا۔ بڑی دیر میں افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اگر فاجر شخص کے لئے کوئی دُوسری آفت نہ ہو تب بھی یہ صورت ہی اُس کی موت کے لئے کافی ہے۔ یہ فاجروں کا حال ہے لیکن اللہ کے مطیع بندوں کی رُوح نکالنے کے وقت وہ نہایت ہی بہترین صُورت میں ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے یہ نقل کیا گیا کہ انہوں نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے اس ہیت کو بھی دکھاؤ تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان نہایت نفیس لباس پہنے ہُوئے خوشبوئیں مہکتی ہوئی سامنے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مومن کے لئے اگر مرتے وقت اس صورت کے علاوہ کوئی بھی فرحت کی چیز نہ ہو تو یہ بھی کافی

ہتے ہیں کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کا جب وصال ہوا تو حق تعالٰی شانہٗ نے دریافت فرمایا کہ موت کو کیسا پایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی جان کو ایسا دیکھ رہا تھا جیسے زندہ چڑیا کو اس طرح آگ پر بھونا جا رہا ہو کہ نہ اس کی جان نکلتی ہو نہ اڑنے کی کوئی صُورت ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایسی حالت تھی جیسے کہ زندہ بکری کی کھال اتاری جا رہی ہو۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ارشاد اپنے حوارین سے ہے کہ میرے لئے حق تعالٰی شانہٗ سے اس کی دُعا کرو کہ نزع کی تکلیف مجھ پر آسان ہو جائے کہ موت کے ڈرنے مجھے موت کے قریب پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عابد لوگوں کی ایک جماعت ایک قبرستان میں پہنچی اور اُنہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حق تعالٰی شانہٗ سے اس کی دُعا کی جائے کہ ان میں سے کوئی مُردہ ظاہر ہو جس سے ہم پوچھیں کہ قبر میں تجھ پر کیا گزری؟ ان لوگوں نے دعا کی۔ ایک مردہ ظاہر ہوا جس کی پیشانی پر کثرت سے سجدہ کرنے کا نشان پڑا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ تم مجھ سے کیا پُوچھنا چاہتے ہو۔ مجھے مرے ہوئے پچاس سال ہو گئے، لیکن موت کے وقت کی تکلیف اب تک میرے بدن سے نہیں گئی۔

حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں کہ شب برأت میں سال بھر کے احکام طے کر کے فرشتوں حوالے کر دیے جاتے ہیں۔ اس سال کے مُردوں کی فہرست اور حج کرنے والوں کی فہرست دے دی جاتی ہے نہ ان میں کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد وارد ہے کہ ایک شعبان سے دُوسرے

شعبان تک جتنے مرنے والے ہیں، ان سب کے اوقات لکھ کر دیے جاتے ہیں۔حتیٰ کہ آ دنیا میں نکاح کرتا ہے۔اُس کے بچہ پیدا ہوتا ہے، لیکن آسمان میں اُس کا نام مردوں کی فہرست میں آچکا ہے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، اس لئے کہ اس میں تمام سال میں مرنے والوں کی فہرست مرتب ہوتی ہے۔حتٰی کہ ایک آدمی نکاح کرنے میں مشغول ہے اور آسمان پر اس کا نام مُردوں میں لکھا گیا ہے۔ایک آدمی حج کو جارہا ہے اور اس کا نام مردوں میں ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے اس کی وجہ دریافت کی کہ آپ ﷺ شعبان میں روزے بہت کثرت سے رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں سال بھر کے مُردوں کی فہرست بنتی ہے۔میرا دل چاہتا ہے کہ میرا نام جب مردوں کی فہرست میں آئے تو میں روزہ دار رہوں۔ایک حدیث میں ہے کہ نصف شعبان کی رات کو حق تعالیٰ شانہٗ ملک الموت کو اُس سال میں مرنے والوں کی اطلاع فرمادیتے ہیں۔ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ روزانہ ہمیشہ جب آفتاب نکلتا ہے تو وہ اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرنا ہے کرلے آج کا دن تیری عُمر میں پھر کبھی نہیں آئے گا۔ (اس لئے اس دن میں تیری جو نیکیاں لکھی جاسکتی ہوں لکھوالے) اور دو فرشتے آسمان سے اعلان کرتے ہیں۔ایک ان میں سے کہتا ہے اے نیکی کے طلب کرنے والے خوشخبری لے (اور آگے بڑھ) اور دُوسرا کہتا ہے اے بُرائی کرنے والے بس کر اور رُک جا (اپنی ہلاکت کا سامان اکٹھا نہ کر) اور دو فرشتے اعلان

کرتے ہیں جن میں سے ایک کہتا ہے یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ مال کو روک کے رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔ عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک فہرست دے دی جاتی ہے کہ اس میں جن کے نام ہیں ان سب کی اس سال میں رُوح قبض کر لی جائے۔ یہاں ایک آدمی فرش فروش میں لگا ہوتا ہے، نکاح کرنے میں مشغول ہے، مکان کی تعمیر کرا رہا ہے اور وہاں مُردوں کی فہرست میں آ گیا۔ (درمنثور)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ کا وصال ہو رہا تھا تو پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ حضور ﷺ کے قریب رکھا ہوا تھا۔ حضور اقدس ﷺ بار بار اپنے مبارک ہاتھ کو پیالہ میں ڈالتے اور پھر منہ پر ملتے تھے اور فرماتے تھے یا اللہ نزع کی سختی پر میری مدد فرما۔ حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے دریافت کیا کہ موت کی کیفیت بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کر دیا جائے جس کے ساتھ بدن کا ہر جزو لپٹ جائے، پھر ایک دم اُس کو کھینچ لیا جائے۔ اس طرح جان کھینچی جاتی ہے۔

یہ سب تو نزع کی مختصر کیفیت تھی۔ ان سب کے علاوہ ملک الموت اور اس کے مددگار فرشتوں کی صُورتوں کا ایک خوف ایک مستقل مرحلہ ہے۔ جس صورت میں وہ گناہ گاروں کی جان نکالتے ہیں وہ ایسی ڈراؤنی صُورت ہوتی ہے کہ قوی سے قوی آدمی بھی اسے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یا اللہ تو روح کو پٹھوں سے،

ہڈیوں سے اور انگلیوں میں سے نکالتا ہے مجھ پر موت کی سختی آسان کر دے۔
حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ موت کی سختی کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جہاد پر جب ترغیب دیتے، تو فرماتے کہ اگر تم قتل نہ کیے گئے تو بستروں پر مروگے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ہزار جگہ تلوار کی کاٹ سے مرنے کی تکلیف زیادہ سخت ہے۔ اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ مردوں کو قیامت میں اٹھنے تک موت کی تکلیف کا اثر محسوس ہوتا رہتا ہے۔ حضرت شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ موت دنیا اور آخرت کی سب تکلیفوں سے زیادہ سخت ہے۔ وہ آرہ چلا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ قینچیوں سے کتر دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ دیگ میں پکا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ اگر مُردے قبر سے اُٹھ کر مرنے کی تکلیف بتائیں تو کوئی شخص بھی دُنیا میں لذت سے وقت نہیں گزار سکتا، میٹھی نیند اس کو نہیں آسکتی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی پر اگر کوئی آفت، کوئی مصیبت، کوئی حادثہ، کوئی رنج، کوئی تکلیف، کوئی مشقت، کوئی خوف کبھی بھی نہ آئے تب بھی مَوت کی سختی، نزع کی حالت اور اس کا اندیشہ ایسی چیز ہے جو اس کی ساری لذتوں کو مکدر کر دینے کے لئے کافی ہے اس کے سارے راحت و آرام کو کھو دینے والی چیز ہے۔ اس کی غفلت کو زائل کر دینے کے لئے اس کا فکر بہت کافی ہے۔ یہی چیز خود اتنی سخت ہے کہ اُس کے فکر اور اُس کی تیاری میں آدمی کو ہر وقت مشغول رہنا چاہیئے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس کا وقت معلوم نہیں کہ کب آکر مسلط ہو

جائے۔ایک حکیم کا قول ہے کہ رسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے نہ معلوم کب کھینچ لے۔حکیم لقمان کا ارشاد اپنے بیٹے سے ہے کہ موت ایسی چیز ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آپہنچے۔اس کے لئے اس سے پہلے پہلے تیاری کر لے کہ وہ دفعتہً آجائے اور واقعی بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر آدمی انتہائی لذتوں میں مشغول ہو،لہو ولعب کی اُونچی مجلس میں شریک ہو اور اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ ایک سپاہی اس کی تلاش میں ہے جو (کسی جُرم کی سزا میں) اس کے پانچ کوڑے مارے گا،تو ساری لذت،سارا عیش و آرام مکدر ہو جائے گا (بلکہ اگر صرف اتنا ہی معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس اس کی گرفتاری کا وارنٹ ہے۔وہ آج کل میں اس کو گرفتار کر لے گا تب بھی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی،رات کو نیند اُڑ جائیگی) حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ ملک الموت ہر وقت اس پر مسلّط ہے اور موت کی سختیاں (جو ہزاروں کوڑوں سے بڑھ کر ہیں) اس پر مسلّط کرنے والا ہے پھر بھی ہر وقت اُس سے غافل رہتا ہے۔یہ جہالت اور غرور کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ موت کی سختی کا حال وہی جانتا ہے جس پر گزر چکی ہے،دوسرے کو اس کی سختی کا حال معلوم نہیں ہوتا۔وہ صرف قیاس کر سکتا ہے یا مرنے والوں کی حالت دیکھ کر کچھ اندازہ لگا سکتا ہے اور قیاس اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ یہ تو ظاہر چیز ہے کہ بدن کے جس حصہ میں روح نہیں ہوتی اس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی (بدن کی جو کھال مُردہ ہو جاتی ہے اس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی) لیکن جس عضو میں اور جس حِصّہ میں جان ہوتی ہے اس میں سوئی چبھونے سے یا اس کے کاٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔پس بدن کے جس عضو

پر کوئی زخم ہوتا ہے یا اس کو کاٹا جاتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اُس سے تکلیف اس وجہ سے پہنچتی ہے کہ رُوح کا اور زندگی کا اس حِصّہ بدن سے تعلق ہے اس تعلق کی وجہ سے اس عضو کے ذریعے سے رُوح پر اثر پہنچتا ہے اور روح سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہے تو ہر ہر عضو میں اُس کا بہت تھوڑا سا حِصّہ اثر کیے ہوئے ہے اور جتنا حِصّہ اس عضو میں ہے اُسی کے بقدر رُوح کو تکلیف پہنچتی ہے جو بہت تھوڑا سا اس حِصّہ ہے لیکن جو تکلیف اعضا کے بجائے براہِ راست ساری رُوح کو پہنچے جو موت کے وقت ہوتی ہے اس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ کتنی ہوگی۔ اس لئے کہ موت براہِ راست ساری رُوح کو پہنچتی ہے جو بدن کے سارے اعضاء میں پھیلی ہُوئی ہے۔ اس لیے بدن کا کوئی حِصّہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں اتنی ہی تکلیف نہ ہو جتنی کہ اس کے کاٹنے میں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عضو کے کاٹنے سے اس وجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ رُوح اُس سے جُدا ہوتی ہے اور اگر وہ مُردہ ہو، اس میں رُوح نہ ہو تو اُس کے کاٹنے سے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ پس جب رُوح کے ذرا سے حِصّہ کے جُدا ہونے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ساری رُوح کو بدن کے تمام حِصّوں سے کھینچا جائے گا تو ظاہر ہے کہ کتنی تکلیف ہوگی، لیکن بدن کا اگر ایک حِصّہ کاٹا جاتا ہے تو رُوح کا بقیہ حِصّہ سارے بدن میں موجود ہوتا ہے۔ وہ اس وقت قوی ہوتا ہے، اس لیے آدمی چلاّتا ہے تڑپتا ہے مگر جب ساری رُوح کھینچی جاتی ہے تو اُس میں ضعف کی وجہ سے اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ کراہنے سے کچھ آرام پالے، البتہ اگر بدن قوی ہوتا ہے، تو اس کی بقدر سانس کے اُکھڑنے کے وقت اس میں آواز پیدا ہوتی ہے جو سنائی دی جاتی ہے

قوت نہیں ہوتی تو یہ بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے نکلنے کے بعد ہر عضو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں اس لیے کہ رُوح پاؤں کی طرف سے سب سے پہلے کھنچتی ہے اور وہاں سے نکل کر منہ کے ذریعے سے جاتی ہے، پھر پنڈلیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر رانیں۔ اسی طرح ہر ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی اُس کے کاٹنے سے ہوتی ہے یہاں تک کہ جب رُوح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھوں سے نور جاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کی دُعاؤں میں یہ بھی دُعا ہے کہ یا اللہ مجھ پر موت کی اور نزع کی سختی آسان فرما۔ لوگ بھی حضور ﷺ کے اتباع میں اس دُعا کو مانگتے ہیں مگر اس کی تکلیف سے ناواقف ہونے کی وجہ سے سرسری طور پر دعا مانگ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

حضور علیہ ﷺ کا ارشادِ مُبارک موت کے بارے میں

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ سمجھ دار شخص وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور موت کے بعد کام آنے والی چیزوں میں مشغول رہے اور کسی کام کے لئے تیاری اس کے بغیر نہیں ہوتی کہ ہر وقت اس کا اہتمام رہے۔ اُس کا ذکر تذکرہ رہے۔ اس لیے کہ جو شخص دنیا میں منہمک ہے اور اس کے دھوکہ کی چیزوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کی شہوتوں پر فریفتہ ہے۔ اس کا دل موت سے بالکل غافل ہوتا ہے۔ اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

"آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آ پکڑے گی۔ پھر تم اس ذات پاک کی طرف لے جائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والی ہے۔ پھر وہ تم کو تمہارے سب کیے ہوئے کام جتادے گی۔ (اوران کا بدلہ دے گی) (سورہ جمعہ ۶۲۔ آیت ۸)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا تو فرمانے لگے محبوب (موت) احتیاج کے وقت آیا جو نادم ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ مجھے فقر غنا سے زیادہ محبوب رہا اور بیماری صحت سے زیادہ پسندیدہ رہی اور موت زندگی سے زیادہ مرغوب رہی۔ مجھے جلدی سے موت عطا کردے کہ تجھ سے ملوں۔

ایک حدیث میں حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر جانوروں کو موت کے متعلق اتنی معلومات ہوں جتنی تم لوگوں کو ہیں تو کبھی کوئی موٹا جانور تم کو کھانے کو نہ ملے۔ موت کے خوف سے دبلے ہو جائیں۔ حضرت عائشہؓ نے حضورﷺ سے دریافت کیا کہ کوئی شخص (بغیر شہادت کے بھی) شہیدوں کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے وہ ہوسکتا ہے (ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس مرتبہ اَللّٰھُمَّ بَارِک لِی فِی المَوتِ وَفِی مَابَعد المَوتِ پڑھے وہ شہیدوں کے درجہ میں ہوسکتا ہے) اور ان سب فضیلتوں کا سبب یہی ہے کہ موت کا کثرت سے ذکر کرنا اس دھوکہ کے گھر سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کے لیے تیاری پر آمادہ کرتا ہے اور موت سے غفلت دُنیا کی شہوتوں اور لذّتوں میں انہماک پیدا کرتی ہے۔

ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے اپنے دل کی قساوت کی شکایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ موت کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو۔ دل نرم ہو جائے گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد کچھ دنوں حضرت عائشہؓ کے پاس وہ عورت آئی اور حضرت عائشہؓ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو پہچان لے، اس پر دنیا کی مصیبتیں آسان ہیں۔

ایک حدیث میں حضورﷺ کا ارشاد آیا ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ یہ گناہوں کو زائل کرتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔ ایک حدیث میں حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے کے بعد تم پر کیا کیا گزرے گی تو کبھی رغبت سے کھانا کھاؤ، کبھی لذت سے پانی نہ پیو۔

ایک صحابیؓ کو حضورﷺ نے وصیت فرمائی کہ موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو یہ تمہیں دوسری چیزوں میں رغبت سے ہٹا دے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ جو شخص موت کا کثرت سے ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے اور موت اس پر آسان ہو جاتی ہے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے موت سے محبت نہیں ہے کیا علاج کروں؟ حضورﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا اس کو آگے چلتا کر دو۔ آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے، جب اس کو آگے بھیج دیتا ہے تو خود بھی اُس کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو خود بھی اس کے پاس رہنے کو دل چاہتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ

جب دو تہائی رات گزر جاتی تو حضور اقدس ﷺ فرماتے، لوگو! اللہ کو یاد کرلو، اللہ کو یاد کرلو۔ عنقریب قیامت کا زلزلہ پھر صور پھونکنے کا وقت آرہا ہے اور (ہر شخص کی) موت اپنی ساری سختیوں سمیت آرہی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کے مجمع کو بلاتے جو موت کا قیامت کا اور آخرت کا ذکر کرتے اور ایسا روتے جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہو۔ ابراہیم تیمیؒ کہتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دُنیا کی ہر لذّت کو منقطع کر دیا۔ ایک موت نے، دُوسرے قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے کھڑا ہونے کے فکر نے۔

عطاء خراسانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کا ایک مجلس پر کے پاس سے گزر ہُوا جہاں زور زور سے ہنسنے کی آواز آرہی تھی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مجالس میں لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کا تذکرہ شامل کرلیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ لذّتوں کو مکدر کرنے والی چیز کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ موت۔

اشعثؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے پاس جب بھی حاضر ہوتے جہنّم کا اور آخرت کا ذکر ہوتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ موت کے بارے میں آدمی چار طریقے کے ہوتے ہیں ۔ایک تو وہ لوگ ہیں جو دُنیا میں منہمک ہیں جن کو موت کا ذکر بھی اس وجہ سے اچھا نہیں لگتا کہ اس سے دُنیا کی لذتیں چھوٹ جائیں گی۔ ایسا شخص موت کو کبھی یاد نہیں کرتا اور اگر کبھی کرتا بھی ہے تو برائی کے ساتھ، اس لئے کہ دنیا کے چھوٹنے کا اس کو قلق اور افسوس ہوتا ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ کی طرف رُجوع کرنے

والا تو ہے مگر ابتدائی حالت میں ہے۔ موت کے ذکر سے اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہوتا ہے اور اُس سے توبہ میں پختگی بھی ہوتی ہے۔ یہ شخص بھی موت سے ڈرتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ دُنیا چھوٹ جائے گی بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی توبہ تام نہیں ہے یہ بھی ابھی مرنا نہیں چاہتا تا کہ اپنے حال کی اِصلاح کر لے اور اُس کی فکر میں لگا ہوا ہے تو یہ شخص موت کو ناپسند کرنے میں معذور ہے اور یہ حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد میں داخل نہ ہوگا جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ بھی اُس کے ملنے کو ناپسند فرماتے ہیں، اس لیے کہ یہ شخص حقیقت میں حق تعالیٰ شانہٗ کی مُلاقات سے کراہت نہیں کرتا بلکہ اپنی تقصیر اور کوتاہی سے ڈرتا ہے۔ اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو محبوب کی مُلاقات کے لئے اُس سے پہلے کچھ تیاری کرنا چاہتا ہو، تا کہ محبوب کا دِل خوش ہو۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ شخص اس کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہتا ہو اس کے سِوا کوئی دُوسرا مشغلہ اس کو نہ ہو اور اگر یہ بات نہیں ہے، تو پھر یہ بھی پہلے ہی جیسا ہے۔ یہ بھی دُنیا میں منہمک ہی ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو عارف ہے اُس کی توبہ کامل ہے۔ یہ لوگ موت کو محبوب رکھتے ہیں موت کی تمنائیں کرتے ہیں، اس لیے کہ عاشق کے لیے محبوب کی مُلاقات سے زیادہ بہتر وقت کون سا ہوگا۔ موت کا وقت ملاقات کا وقت ہے۔ عاشق کو وصل کے وعدہ کا وقت ہر وقت خود ہی یاد رہا کرتا ہے وہ کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولتا۔ یہی لوگ ہیں جن کو موت کے جلدی آنے کی تمنائیں رہتی ہیں وہ اسی قلق میں رہتے ہیں کہ موت آ ہی نہیں چکتی کہ اس معاصی کے گھر سے جلد خلاصی ہو۔

چوتھی قسم جو سب سے اُونچا درجہ ہے، ان لوگوں کا ہے جو حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے مقابلہ میں دنیا کی تمنا بھی نہیں رکھتے۔ وہ اپنی خواہش سے اپنے لئے نہ موت کو پسند کرتے ہیں نہ زندگی کو۔ یہ عشق الٰہی کی انتہا میں رضا اور تسلیم کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ بہر حال موت کا ذکر ہر حالت میں موجب اجر و ثواب ہے کہ جو شخص دُنیا میں منہمک ہے اس کو بھی موت کے ذکر سے اس کی لذّتوں میں کمی آئے گی اور کچھ نہ کچھ تو دُنیا سے دوری پیدا ہی ہوگا اُسی لیے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ لذّتوں کو توڑنے والی چیز (موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ یعنی موت کے ذکر سے اپنی لذّتوں میں کمی کیا کرو تا کہ اللہ جلِ شانہٗ کی طرف رجوع ہو سکے۔

مَلکُ الموت اور اُنکے ساتھ والے فرشتوں کے بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ○ (سورۃ انعام۔٦۔آیت۔٦١)

(ترجمہ) "یہاں تک کہ تُم میں کسی کی موت آجاتی ہے، تو لے لیتے ہیں اُس کو ہمارے فرشتے اور یہ زیادتی نہیں کرتے۔" ابنِ عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے ملک الموت کے مددگار فرشتے مُراد ہیں اور وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ جو فرشتے انسان کے پاس آتے ہیں اور اس کی عُمر لکھتے ہیں، وہی اس کی رُوح قبض کرتے ہیں اور بعد قبض کرنے کے مَلکُ المَوت کو دیتے ہیں اور ملک الموت ان کے سردار ہیں۔

روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جو فرشتے عرش اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کو زمین کی طرف بھیجا کہ کچھ مٹی لادے۔ جب مٹی لینے فرشتہ زمین پر آیا تو زمین نے کہا تجھ کو قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے تجھ کو بھیجا ہے کہ مجھ سے مٹی نہ لے کہ کل کے روز اس کو آگ میں جلنا ہوگا، فرشتے نے یہ سُن کر مٹی نہ لی۔ جب پروردگار کے پاس گیا، تو پروردگار نے پُوچھا: "تجھے کو کس نے میرا حکم بجالانے سے باز رکھا؟ فرشتے نے عرض کیا، خداوندا! اُس نے تیری قسم دی، اس لیے میں مٹی نہیں لایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دُوسرا فرشتہ زمین کی طرف بھیجا۔ اُس کو بھی زمین نے اِسی طرح قسم دی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کُل فرشتوں کو ایک ایک کر کے بھیجا اور مٹی لانے سے سب عاجز رہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا۔ ملک الموت نے مٹی لینے کا ارادہ کیا، تو زمین نے اُسی طرح قسم دی۔ ملک الموت نے کہا جس نے مجھ کو بھیجا ہے اُس کا حکم بجالانا ضروری ہے۔ پھر زمین کے ہر بھلے اور بُرے حصہ سے تھوڑی تھوڑی مٹی لے کر پروردگار کے پاس حاضر ہوئے اور جنت کے پانی سے خمیر کر کے آدم کا بدن تیار کیا۔ زہری نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے اور کہا اوّل فرشتہ اسرافیل تھے اور دوسرے فرشتے میکائیل اور ابنِ مسعود اور بہت سے صحابہؓ نے کہا کہ اوّل فرشتہ جبرئیل، مکائیل تھے۔

باعثِ عبرت قِصّہ

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ قارون حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی

برادری سے تھا اُن کا چچا زاد بھائی تھا (دُنیاوی) علوم میں بہت ترقی کی تھی اور حضرت مُوسٰی علیہ السّلام سے حسد کرتا تھا۔ حضرت موسٰی علیہ السّلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھے تُم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ اُس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ مُوسٰی اس نام سے تمہارے مال کو کھانا چاہتا ہے۔ اُس نے نماز کا حکم کیا، تُم نے برداشت کیا، اُس نے اور احکام جاری کیے جن کو تم برداشت کرتے رہے۔ اب وہ تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے اس کو بھی برداشت کرو۔ لوگوں نے کہا یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔ اُس نے کہا میں نے یہ سوچا ہے کہ کسی فاحشہ عورت کو اس پر راضی کیا جائے جو حضرت مُوسٰی پر اس کی تہمت لگائے کہ وہ مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں۔

لوگوں نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ انعام و اکرام کا وعدہ کر کے اس پر راضی کرلیا کہ وہ حضرت مُوسٰی پر یہ الزام لگائے۔ اس کے راضی ہونے پر قارون حضرت مُوسٰی کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام آپ کو دیے ہیں وہ بنی اسرائیل کو سب کو جمع کر کے سُنا دیجیے۔ حضرت مُوسٰی نے اس کو پسند فرمایا اور سارے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور جب سب جمع ہو گئے تو حضرت موسٰی نے اللہ تعالیٰ کے احکام بتانے شروع کیے کہ مجھے یہ احکام دیے ہیں کہ اس کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ کرو، صلہ رحمی کرو اور دوسرے احکام گنوائے جن میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا اور اگر آپ خود زنا کریں؟ حضرت موسٰی نے فرمایا اگر میں زنا

کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے زنا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے (تعجب سے) فرمایا کہ میں نے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے! اور یہ کہہ کر اس عورت کو بُلا کر اس سے پُوچھا کہ تُو حضرت موسیٰ کے متعلق کیا کہتی ہے۔ حضرت موسیٰ نے بھی اس کو قسم دے کر فرمایا کہ تُو کیا کہتی ہے؟ اس عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ سے اتنے انعام کا وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں۔ آپ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ یہ سن کر حضرت مُوسیٰؑ روتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ اللہ جلِ شانہٗ کی طرف سے سجدہ ہی میں وحی آئی کہ رونے کی کیا بات ہے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لیے ہم نے زمین پر تسلّط دے دیا۔ تم جو چاہو ان کے متعلق زمین کو حکم دو۔ حضرت مُوسیٰ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور زمین کو حُکم فرمایا کہ ان کو نگل جا۔ زمین نے ان لوگوں کو ایڑیوں تک نگلا تھا کہ وہ عاجزی سے حضرت موسیٰؑ کو پُکارنے لگے۔ حضرت مُوسیٰؑ نے پھر حکم فرمایا کہ ان کو دھنسا دے۔ حتّٰی کہ وہ لوگ گردن تک دھنس گئے۔ پھر زار و قطار روتے ہوئے وہ سب حضرت موسیٰؑ کو پکارتے رہے۔ حضرت مُوسیٰ نے پھر زمین کو یہی فرمایا کہ ان کو تو زمین لے لے، تو زمین سب کو نگل گئی۔ اس پر اللہ جلِ شانہٗ کی طرف سے حضرت مُوسیٰ پر وحی آئی کہ وہ تمہیں پُکارتے رہے اور تُم سے عاجزی کرتے رہے۔ میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پُکارتے اور مُجھ سے دُعا کرتے، تو میں اُن کی دُعا کو قبول کر لیتا۔

قِصّہ حضرت داوٗد علیہ السّلام کا

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہ فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ حضرت داوٗد علیہ السّلام نہایت شرم و حیا والے تھے۔ جب باہر جاتے،تو دروازہ بند کر دیتے تھے۔ایک دن دروازہ بند کر کے نکلے۔جب واپس آئے اور دروازہ کھولا،تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک شخص کھڑا ہے۔آپ نے پوچھاتو کون ہے؟اس شخص نے جواب میں کہامیں وہ شخص ہوں کہ بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور دربان مجھ کو اندر جانے سے نہیں روک سکتے۔آپ نے فرمایا:"قسم خدا کی تم ملک الموت ہو،مبارک ہوتم اللہ تعالیٰ کا حکم لائے ہو۔" یہ کہہ کر اسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور ملک الموت نے آپ کی رُوح قبض کی۔

جہاں بھی جاؤ موت آ کر رہے گی

روایت ہے خثیمہؓ سے کہ ملک الموت ایک بار حضرت سلیمان علیہ السّلام کی مجلس میں آئے اور ایک شخص کی طرف تعجب سے کچھ دیر تک دیکھتے رہے۔جب ملک الموت چلے گئے تو اُس نے حضرت سلیمان علیہ السّلام سے پُوچھا:"یہ کون شخص ہے؟" آپ نے فرمایا ملک الموت۔اس نے کہا وہ میری طرف اس طرح دیکھتے تھے کہ گویا میری رُوح قبض کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔آپ نے فرمایا،تو کیا چاہتا ہے؟اُس نے کہا فوراً مجھے ہندوستان میں پہنچادیجیے۔آپ نے ہَوا کو

حکم دیا کہ اس کو اُٹھا کر ہندوستان میں رکھ دے۔ ہوا نے اُس کو ہندوستان میں پہنچا دیا۔ پھر ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ نے پُوچھا: تُم کیوں اس شخص کو غور سے دیکھ رہے تھے؟ تو ملک الموت نے کہا مجھے تعجب اس بات سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم میرے پاس تھا کہ اس کی رُوح ہندوستان میں قبض کرو اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے ملک الموت کا روح قبض کرنے کی اجازت مانگنا

روایت کیا طبرانی نے حُسینؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس مرض الموت میں جبرئیل علیہ السّلام حال دریافت کرنے کے لیے نازل ہوئے اور پوچھا آپ ﷺ کا مزاج کیسا ہے۔ فرمایا اے جبرئیل مرض کی تکلیف زیادہ ہے۔ اِس درمیان میں مَلک الموت نے دروازے پر آواز دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جبرئیل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم یہ مَلک الموت ہیں۔ آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ آس سے پہلے کسی سے اجازت نہ چاہی اور آپ ﷺ کے بعد بھی کِسی سے اجازت نہ چاہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اندر آنے کی اجازت دو۔ جبرئیل نے اجازت دی۔ ملک الموت سامنے آ کر کھڑے ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کی تابعداری کروں۔ پس اگر آپ ﷺ

اجازت دیں کہ میں آپ ﷺ کی رُوح قبض کروں تو قبض کروں گا اور اگر اجازت نہ دیں، تو قبض نہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اے ملک الموت کیا تُم ایسا کر سکو گے۔" کہا ہاں یا رسُول اللہ ﷺ اللہ نے مجھ کو ایسا ہی حُکم دیا ہے۔ پھر جبرئیلؑ نے آپ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، اے ملک الموت اللہ کے حُکم کی تعمیل کرو اور ملک الموت نے آپ ﷺ کی رُوح قبض کی۔

قصّے اللہ والوں کی موت کے بارے میں

حضرت معاذؓ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا، تو فرمایا۔ اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں دنیا میں زیادہ دن رہنا چاہتا تھا مگر نہ اس وجہ سے کہ مجھے دنیا سے محبت تھی نہ اس وجہ سے کہ یہاں نہریں اور باغ لگاؤں بلکہ اس وجہ سے چاہتا تھا کہ گرمیوں کے دوپہر میں روزہ کی پیاس کا لُطف اٹھاؤں اور (دین کے لیے) مشقت میں اوقات گزاروں اور تیرے ذکر کے حلقوں میں شریک ہوا کروں۔

حضرت سلمانؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے۔ کسی نے کہا کہ رونے کی کیا بات ہے تم جا کر حضور ﷺ سے ملو گے۔ حضور ﷺ کا وصال اس حال میں ہوا کہ تم سے راضی تھے۔ فرمانے لگے کہ میں نہ موت کے ڈر سے رو رہا ہوں نہ دنیا کے چھوٹنے سے بلکہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ہم سے ایک عہد لیا تھا کہ دُنیا سے انتفاع ہمارا صرف اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ۔ میں اس عہد کو پُورا نہ کر سکا۔ لیکن جب وصال پر ان کے گھر کا وسامان دیکھا گیا تو وہ

دس درم سے کچھ زائد تھا۔ یہ تھی وہ کُل کائنات جس کی زیادتی پر رو رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے تھوڑا سا مُشک منگوایا اور بیوی سے فرمایا کہ اس کو بھگو کر میرے بستر پر چھڑک دو۔ میرے پاس ایسی جماعت آرہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن۔

حضرت عبداللہ بن مُبارکؒ کی جب وفات کا وقت ہوا تو وہ ہنسے اور فرمایا۔لِمِثْلِ ذٰلِکَ فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۔اسی جیسی چیزوں کے واسطے لوگوں کو کام کرنا چاہیئے (وہاں کی کچھ لذّتیں، فرحتیں سامنے آئی ہوں گی) نیز جب ان کی وفات کا وقت تھا تو اُنہوں نے اپنے غلام سے جن کا نام نصر تھا فرمایا کہ میرا سَر زمین پر رکھ دو۔ وہ رونے لگے۔ اُنہوں نے پُوچھا کہ رونے کی کیا بات ہَے۔ نصر نے کہا آپ ایسی راحتوں میں زندگی گُزارتے تھے۔ اب اس طرح فقیروں کی طرح زمین پر سَر رکھ کر مَر رہے ہیں۔ فرمانے لگے، چُپ رہ، مَیں نے حق تعالٰی شانہٗ سے دُعا کی تھی کہ میری زندگی مال داروں کی سی ہو اور میری موت فقیروں جیسی۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت ملک الموت دِل کی رگ کو چُھوتے ہیں اُس وقت آدمی کا لوگوں کو پہچاننا موقوف ہو جاتا ہے، زبان بند ہو جاتی ہے اور دُنیا کی وہ تمام چیزوں کو بھول جاتا ہے اگر اس وقت آدمی پر موت کا نشہ سوار نہ ہو تو تکلیف کی شدّت سے پاس والوں پر تلوار چلانے لگے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس وقت سانس حلق میں ہوتا ہَے اس وقت شیطان اُسے گُمراہ کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت نمازوں کے اوقات میں آدمیوں کی جُستجو کرتے ہیں، خبر رکھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو نماز کے اوقات کا اہتمام رکھنے والا پاتے ہیں تو مرتے وقت اس کو خود ہی کلمہ طیبہ تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اُس کے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب آدمی مرنے کے قریب ہوتا ہے اُس وقت اس کے ہم مجلسوں کی صُورتیں اُس کے سامنے کی جاتی ہیں۔ اگر اس کا بیٹھنا اُٹھنا نیک لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو یہ مجمع سامنے لایا جاتا ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو وہ لوگ سامنے لائے جاتے ہیں۔ حضرت یزید بن شجرہ صحابیؓ سے بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔

ربیع بن برزہؒ ایک عبادت گزار آدمی بصرہ میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مرنے لگا۔ لوگ اس کو لا الہٰ الا اللہ کی تلقین کر رہے تھے اور اُس کی زبان سے نکل رہا تھا کہ (شراب کا گلاس) تو بھی پی مجھے بھی پلا، تو بھی پی مجھے بھی پلا۔ اسی طرح اہواز میں ایک شخص کا انتقال ہو رہا تھا۔ لوگ اس کو لا الہٰ الا اللہ کہتے تھے اور وہ کہہ رہا تھا دس دس روپیہ گیارہ گیارہ بارہ بارہ۔

اس کے بالمقابل جن لوگوں نے مرنے کی تیاریاں کر رکھی تھیں، وہ دُنیا میں موت کو یاد رکھتے تھے۔ اس کے لئے کچھ کارنامے کر رکھے تھے۔ ان کے لئے موت ایسی ہی تھی جس کو حضور اکرم ﷺ نے مومن کا تحفہ بتایا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب تھا۔ اُن کی بیوی کہہ رہی تھی (ہائے افسوس تُم جا رہے ہو) اور وہ کہہ رہے تھے واطرباہ غداً نلقی الاحبۃ محمداً

وحزبہ کیسے مزے کی بات ہے کیسے لطف کی بات ہے کل کو دوستوں سے ملیں گے۔ حضور اکرم ﷺ سے ملیں گے، ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں ایک شخص کے انتقال کا وقت قریب تھا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا، تو مجھ سے چھوٹ ہی گیا (میرے بس میں نہ آیا) وہ فرمانے لگے مجھے تجھ سے اب تک بھی اطمینان نہیں ہے۔ جریریؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت جُنید کے پاس اُن کے انتقال کے وقت موجود تھا۔ وہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ وقت (ضعف کا ہے) یہ تلاوت کا کیا وقت ہے۔ فرمانے لگے کہ اس سے زیادہ اچھا وقت تلاوت کا کونسا ہوگا۔ میرا اعمال نامہ اس وقت بند ہو رہا ہے۔ حضرت جُنیدؒ سے کسی نے پُوچھا کہ حضرت ابوسعید خرازؒ انتقال کے وقت بہت ہی مزے پر آ رہے تھے کیا بات تھی؟ فرمانے لگے کہ اگر اُس وقت اُن کی رُوح اشتیاق میں اُڑ جاتی تب بھی بعید نہ تھا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ سے کسی نے اِنتقال کے قریب پُوچھا کہ کُچھ فرمانا ہے، کوئی خواہش ہو تو بتادیں۔ فرمایا صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت ممشاد دینوریؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک فقیر آیا اور کہنے لگا یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی مر جائے۔ اُنہوں نے ایک جگہ اشارہ کیا جہاں پانی کا چشمہ بھی تھا۔ وہ اُس کے قریب گیا۔ وضو کیا اور نماز پڑھی اس کے بعد پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور مر گیا۔

ابو علیؒ رودباری کی ہمشیرہ فاطمہؒ کہتی ہیں کہ جب میرے بھائی کا انتقال

ہونے لگا تو ان کا سر میری گود میں تھا۔ انہوں نے آنکھ کھولی اور فرمانے لگے کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنت مزّین کردی گئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ابوعلی اگرچہ تم اتنے اُونچے درجہ کی خواہش نہیں کر رہے تھے مگر ہم نے تمہیں اُونچے درجہ پر پہنچا دیا۔ پھر انہوں نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ ہے کہ تیرے حق کی قسم میں نے کبھی تیرے سوا کسی کی طرف (محبت کی نگاہ سے) آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھے اپنی بیمار آنکھوں سے بے چین کر رہا ہے اور ان رخساروں سے جو حیا کی وجہ سے سُرخ ہو گئے۔

حضرت حَسن بصری کا ارشاد موت کے بارے میں

حضرت حَسن بصری فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور اس کے گھر والے رونا شروع کرتے ہیں تو ملک المُوت اُس مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے اس کی روزی نہیں کھالی (یہ اپنی روزی ختم کر چُکا تھا) میں نے اس کی عُمر کم نہیں کردی۔ مجھے تو اس گھر میں پھر آنا ہے اور بار بار آنا ہے۔ جب تک سب ختم نہ ہو جائیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر گھر والے اس وقت اس فرشتہ کو دیکھیں اور اس کی باتیں سن لیں تو مُردہ کو بھول جائیں اور اپنے فکر میں پڑ جائیں۔

قِصّہ ایک بادشاہ کا

ایک بادشاہ تھا جس کا ارادہ اپنی مملکت کی زمین کی سیر کا اور حال دیکھنے کا

ہوا۔ اُس کے لیے شاہانہ جوڑا منگایا۔ ایک جوڑا لایا گیا، وہ پسند نہ آیا دُوسرا منگایا گیا۔ غرض بار بار کے بعد نہایت پسندیدہ جوڑا پہن کر سواری منگائی گئی۔ ایک عُمدہ گھوڑا لایا گیا۔ پسند نہ آیا اُس کو واپس کر کے دُوسرا تیسرا منگایا۔ جب وہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے سامنے لائے گئے۔ ان میں سے بہترین گھوڑا پسند کر کے بادشاہ گھوڑے پر سوار ہُوا۔ شیطان مردود نے اس وقت اور بھی نخوت ناک میں پھُونک دی، نہایت تکبر سے سوار ہوا۔ حشم و خدم فوج پیادہ ساتھ چلے مگر بڑائی اور تکبر سے بادشاہ اُن کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ راستہ میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پرانے کپڑوں میں ملا، اس نے سلام کیا۔ بادشاہ نے التفات بھی نہ کیا۔ اس خستہ حال نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ بادشاہ اس کو ڈانٹنے لگا اور کہا چھوڑ اتنی بڑی جرأت کرتا ہے۔ اُس نے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا صبر کر۔ جب میں سواری سے اتروں گا اس وقت کہہ لینا۔ اس نے کہا نہیں ابھی کہنا ہے اور یہ کہہ کر زبردستی لگام چھین لی۔ بادشاہ نے کہا کہہ۔ اس نے کہا بہت راز کی بات ہے کان میں کہنی ہے۔ بادشاہ نے کان اس کے قریب کر دیا۔ اس نے کہا میں ملک الموت ہُوں تیری جان لینا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہو گیا اور زبان لڑکھڑا گئی، پھر کہنے لگا کہ اچھا مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں گھر جا کر کچھ اپنے سامان کا نصیحت کر دوں، گھر والوں سے مِل لوں، فرشتہ نے کہا کہ بالکل مہلت نہیں ہے اب تو اپنے گھر کو اور سامان کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا یہ کہہ کر اُس کی رُوح قبض کر لی وہ گھوڑے پر سے لکڑی کی طرح نیچے گر گیا۔ اس کے بعد وہ فرشتہ ملک الموت ایک نیک مُسلمان کے پاس

گیا کہ وہ (نیک بندہ) بھی کہیں سفر میں جا رہا تھا۔ اس کو جا کر سلام کیا۔ اُس نے وعلیکم السلام کہا۔ اس نے کہا مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے۔ اس نے کہا کہو۔ اُس نے کان میں کہا کہ میں ملک المَوت ہوں۔ اس نے کہا بہت اچھا کیا آئے، بڑا مبارک ہے ایسے شخص کا آنا جس کا فراق بہت طویل ہو گیا تھا۔ مجھ سے تو جتنے آدمی دُور ہیں ان میں کسی سے بھی مُلاقات کا اتنا اشتیاق نہ تھا جتنا تمہاری ملاقات کا تھا۔ ملک الموت نے کہا کہ تم جس کام کے لئے گھر سے نکلے ہو اس کو جلدی پُورا کرلو۔ اُس نے کہا مجھے حق تعالیٰ شانہٗ سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی بھی کام نہیں ہے۔ ملک الموت نے کہا کہ تم جس حالت پر مرنا اپنے لیے پسند کرتے ہو میں اسی حالت میں جان قبض کروں گا۔ اس شخص نے کہا کہ تمہیں اس کا اختیار ہے۔ ملک الموت نے کہا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ تمہاری خوشی کا اتباع کروں اس شخص نے کہا کہ اچھا تو مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو اور جب میں سجدہ میں جاؤں تو میری رُوح قبض کر لینا۔ چنانچہ اس نے نماز شروع کی اور سجدہ میں اس کی رُوح قبض کی گئی۔

قِصّہ ہارون الرشید بادشاہ کے لڑکے کا

ہارون الرشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ سال تھی وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور اکثر قبرستان چلا جاتا، وہاں جا کر کہتا کہ تم لوگ ہم سے پہلے دنیا میں تھے۔ دنیا کے مالک تھے لیکن اس دنیا نے تمہیں نجات نہ دی حتیٰ کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔ کاش مجھے کسی طرح خبر ہوتی

کہ تم پر کیا گزر رہی ہے اور تم سے کیا کیا سوال و جواب ہوئے ہیں اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتا۔ مجھے جنازے ہر دن ڈراتے ہیں اور مرنے والوں پر رونے والوں کی آوازیں مجھے غمگین رکھتی ہیں۔

ایک دن وہ اپنے باپ (بادشاہ) کی مجلس میں آیا۔ باپ کے پاس وزراء امراء سب جمع تھے اور لڑکے کے بدن پر ایک کپڑا معمولی اور سَر پر ایک پگڑی بندھی ہوئی تھی۔ اراکینِ سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیر المومنین کو دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا ہے۔ اگر امیر المومنین اس کو تنبیہ کریں تو شاید یہ اپنی اس حالت سے باز آجائے۔ امیر المومنین نے یہ بات سن کر اس سے کہا کہ بیٹا تو نے مجھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر رکھا ہے۔ لڑکے نے یہ بات سن کر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا، لیکن ایک پرندہ وہاں بیٹھا تھا اس کو کہا کہ اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے پیدا کیا تُو میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جا۔ وہ پرندہ وہاں سے اڑ کر اس کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر کہا کہ اب اپنی جگہ پر چلا جا۔ وہ ہاتھ پر سے اُڑ کر اپنی جگہ چلا گیا۔ اس کے بعد لڑکے نے عرض کیا کہ ابا جان اصل میں آپ دُنیا سے جو محبت کر رہے ہیں، اس نے مجھے رُسوا کر رکھا ہے۔ اب میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ سے جُدائی اختیار کر لوں۔ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور ایک قرآن شریف صرف اپنے ساتھ لیا۔ چلتے ہوئے ماں نے ایک بہت قیمتی انگوٹھی بھی اس کو دے دی (کہ احتیاج کے وقت اُس کو فروخت کر کے کام میں لائے) وہ یہاں سے چل کر بصرہ پہنچ گیا اور مزدوروں میں کام کرنے لگا۔ ہفتے میں صرف ایک دن ہفتہ کو مزدوری

کرتا اور آٹھ دن تک وہ مزدوری کے پیسے خرچ کرتا اور آٹھویں دن پھر ہفتہ کو مزدوری کر لیتا اور ایک درم اور ایک وانق (یعنی درم کا چھٹا حصہ) مزدوری لیتا۔ اس سے کم یا زیادہ نہ لیتا۔ ایک وانق روزانہ خرچ کرتا۔ ابو عامر بصریؒ کہتے ہیں کہ میری ایک دیوار گر گئی تھی۔ اس کو بنوانے کے لئے میں کسی معمار کے تلاش میں نکلا (کسی نے بتایا ہو گا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے) میں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے، ایک زنبیل پاس رکھی ہے اور قرآن شریف دیکھ کر پڑھ رہا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ لڑکے مزدوری کرو گے؟ کہنے لگا کیوں نہیں کریں گے، مزدوری کے لئے تو پیدا ہی ہوئے ہیں۔ آپ بتائیں کیا خدمت مجھ سے لیتی ہے؟ میں نے کہا گارے مٹی (تعمیر) کا کام لینا ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک درم اور ایک وانق مزدوری ہو گی اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا۔ مجھے نماز کے لئے جانا ہو گا۔ میں نے اُس کی دونوں شرطیں منظور کر لیں اور اُس کو لا کر کام پر لگا دیا۔ مغرب کے وقت جب میں نے دیکھا تو اس نے دس آدمیوں کی بقدر کام کیا۔ میں نے اس کو مزدوری میں دو درم دیے۔ اس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کر دیا اور ایک درم اور ایک وانق لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن میں پھر اس کی تلاش میں نکلا۔ وہ مجھے کہیں نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کیا کہ ایسی ایسی صورت کا ایک لڑکا مزدوری کیا کرتا ہے کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ملے گا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ صرف ہفتہ ہی کے دن مزدوری کرتا ہے اس سے پہلے تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔ مجھے اس کے کام کو دیکھ کر ایسی رغبت ہوئی کہ میں نے آٹھ دن تک اپنی تعمیر بند کر دی اور ہفتہ کے دن اس کی تلاش میں

نکلا۔ وہ اسی طرح بیٹھا قرآن شریف پڑھتا ہوا ملا۔ میں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا۔ تو اس نے وہی پہلی دو شرطیں بیان کیں، میں نے منظور کرلیں۔ وہ میرے ساتھ آ کر کام میں لگ گیا۔ مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے ہفتہ کو اس اکیلے نے دس آدمیوں کا کام کس طرح کرلیا، اس لیے اس مرتبہ میں نے اس طرح چھپ کر کہ وہ مجھے نہ دیکھے اُس کے کام کرنے کا طریقہ دیکھا، تو یہ منظر دیکھا کہ وہ ہاتھ میں گارا لے کر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے کے ساتھ جُوتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ ضرور یہ کوئی اللہ کا ولی ہے اور اللہ کے اولیاء کے کاموں کی غیب سے مدد ہوتی ہی ہے جب شام ہوئی تو میں نے اُس کو تین درم دینا چاہا۔ اس نے لینے سے انکار کردیا کہ میں اتنے درم کیا کروں گا اور ایک درم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ میں نے ایک ہفتہ پھر انتظار کیا اور تیسرے ہفتہ کو پھر میں اس کی تلاش میں نکلا، مگر وہ مجھے نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کیا۔ ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویرانہ جنگل میں پڑا ہے۔ میں نے ایک شخص کو اُجرت دے کر اس پر راضی کیا کہ وہ مجھے اس جنگل میں پہنچادے۔ وہ مجھے ساتھ لے کر اُس جنگل ویران میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ بیہوش پڑا ہے۔ آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہے۔ میں نے اس کو سلام کیا، اُس نے جواب نہ دیا۔ میں نے دُوسری مرتبہ سلام کیا تو اُس نے (آنکھ کھولی اور) مجھے پہچان لیا۔ میں نے جلدی سے اس کا سر اینٹ پر سے اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اُس نے سر ہٹا لیا اور کہا:

"میرے دوست دُنیا کی نعمتوں سے دھوکہ میں نہ پڑ۔ عُمر ختم ہوتی جارہی

ہے اور یہ نعمتیں سب ختم ہو جائیں گی۔ جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان میں جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اُٹھایا جائے گا۔"

اُس کے بعد اُس نے مجھ سے کہا کہ اُبو عامر جب میری رُوح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے اسی کپڑے میں مجھے کفن دے دینا۔ میں نے کہا، میرے محبوب اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لیے نئے کپڑے لے آؤں۔ اُس نے جواب دیا کہ نئے کپڑوں کے لیے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں (یہ جواب حضرت اُبو بکر صدیقؓ کا جواب ہے اُنہوں نے بھی اپنے وصال کے وقت یہی فرمائش کی تھی کہ میری انہیں چادروں میں کفن دے دینا اور جب ان سے نئے کپڑے کی اجازت چاہی گئی، تو اُنہوں نے یہی جواب دیا تھا) لڑکے نے کہا کہ کفن تو (پُرانا ہو یا نیا بہر حال) بوسیدہ ہو جائے گا، آدمی کے ساتھ تو صرف اُس کا عمل ہی رہتا ہے اور یہ میری پگڑی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دے دینا اور یہ انگوٹھی اور قرآن شریف ہارون الرشید تک پہنچا دینا اور اس کا خیال رکھنا کہ خود انہیں کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہہ کر دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکہ کی حالت میں آپ کی موت آجائے۔ یہ کہہ کر اُس کی رُوح نکل گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کی وصیّت کے مطابق میں نے اُس کو دفن کر دیا اور دونوں چیزیں گورکن کو دے دیں اور قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر بغداد پہنچا اور قصرِ شاہی کے قریب پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی۔ میں ایک اُونچی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اوّل ایک بہت بڑا لشکر نکلا

جس میں تقریباً ایک ہزار گھوڑے سوار تھے۔اس طرح یکے بعد دیگرے دس لشکر نکلے۔دسویں جتھے میں خود امیر المومنین بھی تھے۔میں نے زور سے آواز دے کر کہا اے امیر المومنین آپ کو حضورِ اقدس ﷺ کی قرابت داری کا واسطہ ذرا سا توقف کر لیجیے۔میری آواز پر انہوں نے مجھے دیکھا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا کہ میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی یہ امانت ہے جس نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچادوں۔بادشاہ نے ان کو دیکھ کر (پہچان لیا) تھوڑی دیر سر جھکایا ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ایک دربان سے کہا کہ اس آدمی کو اپنے ساتھ رکھو۔جب میں واپسی پر بلاؤں، تو میرے پاس پہنچادینا۔جب وہ باہر سے واپسی پر مکان پر پہنچے، تو محل کے پردے گروا کر دربان سے فرمایا۔اُس شخص کو بُلا کر لاؤ اگرچہ وہ میرا غم تازہ ہی کرے گا۔دربان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین نے بُلایا ہے اور اس کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت اثر ہے۔اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو، تو پانچ ہی پر اکتفا کرنا۔یہ کہہ کر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا۔اُس وقت امیر بالکل تنہا بیٹھے تھے۔مُجھ سے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ۔میں قریب جا کر بیٹھ گیا۔کہنے لگے کہ تم میرے اس بیٹے کو جانتے ہو۔میں نے کہا جی ہاں میں اُن کو جانتا ہوں۔کہنے لگے وہ کیا کام کرتا تھا۔میں نے کہا۔گارے مٹّی کی مزدوری کرتے تھے۔کہنے لگے تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اس سے کرایا تھا؟ میں نے کہا کرایا ہے۔کہنے لگے تمہیں اس کا خیال نہ آیا کہ اُس کی حضورِ اقدس ﷺ سے قرابت تھی (کہ یہ حضرات حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد

ہیں) میں نے کہا امیر المومنین پہلے اللہ جل شانہٗ سے معذرت چاہتا ہوں اس کے بعد آپ سے عذر خواہ ہوں مجھے اس وقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہیں؟ مجھے ان کے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ تم نے اپنے ہاتھ سے اُس کو غسل دیا۔ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ کہنے لگے اپنا ہاتھ لاؤ۔ میرا ہاتھ لے کر اپنے سینہ پر رکھ لیا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے وہ مسافر جس پر میرا دل پگھل رہا ہے اور میری آنکھیں اُس پر آنسو بہا رہی ہیں۔ اے وہ شخص جس کا مکان (قبر) دُور ہے، لیکن اُس کا غم میرے قریب ہے۔ بے شک موت ہر اچھے سے اچھے عیش کو مکدّر کر دیتی ہے۔ وہ مُسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا (یعنی اُس کا چہرہ) جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا (یعنی اُس کے بدن پر) پس چاند کا ٹکڑا بھی قبر میں پہنچ گیا اور چاندی کی ٹہنی بھی قبر میں پہنچ گئی۔

اس کے بعد ہارون الرشید نے بصرہ اس کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامرؒ ساتھ تھے۔ اس کی قبر پر پہنچ کر ہارون الرشید نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے وہ مُسافر جو اپنے سفر سے کبھی بھی نہ لوٹے گا۔ موت نے کم عمری کے ہی زمانہ میں اس کو جلدی سے اُچک لیا۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو میرے لیے دل کا چین تھا۔ لمبی راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی تو نے موت کا وہ پیالہ پیا ہے جس کو عنقریب تیرا بُوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پیے گا بلکہ دُنیا کا ہر آدمی اس کو پیئے گا چاہے وہ جنگل کا رہنے والا ہو یا شہر کا رہنے

والا۔ پس سب تعریفیں اُسی واحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہیں جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے یہ کرشمے ہیں۔" ابُو عامرؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جو رات آئی تو میں اپنے وظائف پُورے کر کے لیٹا ہی تھا کہ مَیں نے خواب میں ایک نُور کا قبہ دیکھا جس کے اوپر نور ہی نور پھیل رہا ہے۔ اس نور کے ابر میں سے اُس لڑکے نے مجھے آواز دے کر کہا ابُو عامر تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے (تُم نے میری تجہیز تکفین کی اور میری وصیّت پُوری کی)۔ میں نے اُس سے پُوچھا کہ میرے پیارے تیرا کیا حال گزرا کہنے لگا کہ میں ایسے مولیٰ کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مجھ سے بہت راضی ہے۔ مجھے اُس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سُنیں نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گُزرا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان لوگوں کے لیے جن کے پہلو رات کو خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں (یعنی تہجد گزاروں کے کیلئے) وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا، نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی رسول جانتا ہے اور یہ مضمون قرآن پاک میں بھی ہے فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ " مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (سورہ سجدہ ۳۲ آیت ۱۷)
کسی شخص کو خبر نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانہ غیب میں موجود ہے (درمنثور) اس کے بعد اس لڑکے نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بھی دُنیا سے اس طرح نکل آئے جیسا میں نکل

آیا اُس کے لیے بھی اعزاز اور اکرام ہیں جو میرے لیے ہوئے۔

صاحب روض کہتے ہیں کہ یہ سارا قصہ مجھے اور طریقہ سے بھی پہنچا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے ہارون الرشید سے اس لڑکے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے بتایا کہ میرے بادشاہ ہونے سے پہلے یہ لڑکا پیدا ہُوا تھا۔ بہت اچھی تربیت پائی تھی، قرآن پاک بھی پڑھا تھا اور علوم بھی پڑھے تھے۔ جب میں بادشاہ بن گیا تو یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میری دنیا سے اس نے کوئی راحت نہ اٹھائی۔ چلتے وقت میں نے ہی اس کی ماں سے کہا تھا کہ اس کو یہ انگوٹھی دیدو۔ اس انگوٹھی کا یاقوت بہت زیادہ قیمتی تھا مگر وہ اس کو بھی کام میں نہ لایا۔ مرتے وقت واپس کر گیا۔ یہ لڑکا اپنی والدہ کا بڑا فرماں بردار تھا۔ (روض)

قِصّہ ایک مال دار کا

ایک شخص نے بہت سا مال جمع کر رکھا تھا اور کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے یہاں نہ منگوالی ہو اور ایک بہت بڑا عالی شان محل تیار کیا، جس کے دو دروازے تھے۔ ان پر غلام محافظ مقرر کیے اور مکان کی تیاری کی۔ ایک دن بہت بڑی دعوت کی جس میں اپنے سب عزیز و احباب کو جمع کیا اور ایک بڑے عالیشان تخت پر ایک ٹانگ کھڑی کر کے دوسری ٹانگ اس پر رکھے بیٹھا تھا۔ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ اتنا جمع ہو گیا ہے کہ کئی سال تک تو اب خریدنا نہ پڑے گا۔ یہ خیال دل میں گزر ہی رہا تھا کہ ایک فقیر پھٹے کپڑے گردن میں (فقیروں جیسا) جھولا پڑا ہوا دروازہ پر آیا

اور اس زور سے کواڑوں کو پیٹنا شروع کیا کہ اس کے تخت تک آواز پہنچی۔ غلام دوڑے ہوئے باہر آئے کہ یہ کون نامعقول ہے۔ اس سے جا کر پوچھا یہ کیا بات ہے۔ اس فقیر نے کہا کہ اپنے آقا کو میرے پاس بھیج دو۔ غلاموں نے کہا کہ ہمارے آقا تجھ جیسے فقیر کے پاس آئیں گے؟ اس نے کہا ضرور آئیں گے، اُس سے جا کر کہہ دو۔ وہ آقا کے پاس گئے اور اس سے قصہ سنایا۔ اس نے کہا تم نے اس کو مزہ نہ چکھایا۔ اتنے میں اس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے کواڑوں کو پیٹا جس پر دربان دوڑے ہوئے پھر دروازے پر آئے تو اس فقیر نے کہا کہ اپنے آقا سے کہہ دو کہ میں ملک الموت ہوں۔ یہ سن کر ان کے ہوش اُڑ گئے اور آقا سے جا کر کہا۔ تو آقا کے ہوش اڑ گئے۔ اور بہت عاجزی سے کہنے لگا کہ اس سے یہ کہہ دو کہ میرے فدیہ میں کسی دوسرے کو قبول کر لے۔ اتنے میں فقیر اندر پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ تجھے جو کچھ کرنا ہے کر لے۔ میں تیری رُوح قبض کیے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔ اس نے اپنا سارا مال جمع کرایا اور مال سے کہنے لگا کہ اللہ کی تجھ پر لعنت ہو کہ تو نے اور تیری مشغولی نے مجھے اپنے مولیٰ کی عبادت سے روک دیا اور اتنا وقت نہ دیا کہ میں کسی وقت یکسوئی سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کو یاد کر لیتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی قدرت سے مال کو گویائی عطا کی۔ اس نے کہا مجھے لعنت کیوں کرتا ہے۔ میری ہی وجہ سے تو بڑے بڑے بادشاہوں تک ایسے وقت پہنچ جاتا تھا جب کہ نیک لوگ ان کے دروازوں سے ہٹا دیے جاتے تھے۔ میری ہی وجہ سے تو نازک نازک عورتوں کی لذتیں حاصل کرتا تھا۔ میری ہی وجہ سے تو بادشاہوں کی طرح رہتا تھا، تو مجھے بُرائی کے موقعوں میں خرچ کرتا

تھا اور میں انکار نہیں کرسکتا تھا اگر تو مجھے خیر کے مواقع میں خرچ کرتا تو میں کیا تیرے کام نہ آتا۔ اس کے بعد مَلک الموت نے ایک دَم اُس کی روح قبض کرلی۔

قِصّہ مُوسٰی بن محمد بن سلیمان الہاشمی کا

محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ بنو اُمیہ کے لوگوں میں مُوسٰی بن محمد بن سلیمان الہاشمی بہت ہی ناز پروردہ رئیس تھا۔ دل کی خواہشات پوری کرنے میں ہر وقت منہمک رہتا۔ کھانے میں، پینے میں، لباس میں، لہو ولعب میں، خواہشات اور لذّات کی ہر نوع میں اعلیٰ درجہ پر تھا، لڑکے لڑکیوں میں ہر وقت منہمک رہتا، نہ اُس کو کوئی غم تھا نہ فِکر۔ خود بھی نہایت ہی حسین چاند کے ٹکڑے کی طرح سے تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ہر نوع کی دنیاوی نعمت اس پر پوری تھی۔ اس کی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی جو ساری کی ساری اسی لہب ولعب میں خرچ ہوتی تھی۔ ایک اُونچا بالاخانہ تھا جس میں کئی کھڑکیاں تو شارع عام کی طرف کُھلی ہُوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ راستہ چلنے والوں کے نظارے کرتا اور کئی کھڑکیاں دُوسری جانب باغ کی طرف کُھلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ باغ کی ہوائیں کھاتا، خوشبوئیں سونگھتا، اُس بالاخانہ میں ایک ہاتھی دانت کا قبہ تھا جو چاندی کی میخوں سے جُڑا ہوا تھا اور سونے کا اُس پر جھول تھا۔ اس کے اندر ایک تخت تھا جس پر موتیوں کی چادر تھی اور اس ہاشمی کے سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ تھا۔ اُس قبہ میں اس کے یار، احباب جمع رہتے۔ خدام ادب سے

پیچھے کھڑے رہتے، سامنے ناچنے گانے والیاں قبہ سے باہر مجتمع رہتیں۔ جب گانا سُننے کو دل چاہتا، وہ ستار کی طرف ایک نظر اٹھاتا اور سب حاضر ہو جاتیں اور جب بند کرنا چاہتا ہاتھ سے ستار کی طرف اشارہ کر دیتا، گانا بند ہو جاتا۔ رات کو ہمیشہ جب تک نیند نہ آتی یہی شغل رہتا اور جب (شراب کے نشہ سے) اُس کی عقل جاتی رہتی یارانِ مجلس اُٹھ کر چلے جاتے وہ جونسی لڑکی کو چاہتا پکڑ لیتا اور رات بھر اُس کے ساتھ خلوت کرتا۔ صبح کو وہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول ہو جاتا۔ اس کے سامنے کوئی رنج وغم کی بات، کسی کی موت، کسی کی بیماری کا تذکرہ بالکل نہ آتا۔ اُس کی مجلس میں ہر وقت ہنسی اور خوشی کی باتیں، ہنسانے والے قصے اور اسی قسم کے تذکرے رہتے۔ ہر دن نئی نئی خوشبوئیں جو اُس زمانہ میں کہیں ملتیں، وہ روزانہ اس کی مجلس میں آتیں۔ عُمدہ عُمدہ خوشبوؤں کے گُلدستے وغیرہ حاضر کیے جائے۔ اسی حالت میں اس کے ستائیس برس گزر گئے۔ ایک رات کو وہ حسب معمول اپنے قبہ میں تھا۔ دفعتہً اُس کے کان میں ایک ایسی سُریلی آواز پڑی جو اُس کے گانے والیوں کی آواز سے بالکل جُدا تھی، لیکن بڑی دلکش تھی۔ اُس کی آواز نے کان میں پڑتے ہی اُس کو بے چین سا کر دیا۔ اپنے گانے والیوں کو بند کر دیا اور قبہ کی کھڑکی سے باہر سر نکال کر اُس آواز کو سننے لگا۔ وہ آواز کبھی کان میں پڑ جاتی کبھی بند ہو جاتی۔ اُس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ یہ آواز جس شخص کی آ رہی ہے اُس کو پکڑ کے لاؤ۔ شراب کا دَور چل رہا تھا خدام جلدی سے اس آواز کی طرف دوڑے۔ مسجد میں پہنچے جہاں ایک جوان نہایت ضعیف بدن، زرد رنگ، گردن سوکھی ہوئی، ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی، بال پراگندہ، پیٹ

کمر سے لگا ہوا، دو ایسی چھوٹی لنگیاں اُس کے بدن پر کہ ان سے کم میں بدن نہ ڈھک سکے۔ مسجد میں کھڑا ہوا اپنے رب کے ساتھ مشغول تلاوت ہے۔ یہ لوگ اُس کو پکڑ کر لے گئے نہ اُس سے کچھ کہا نہ بتایا۔ ایک دم اس کو مسجد سے نکال کر وہاں بالا خانہ پر لے جا کر اس کے سامنے پیش کر دیا کہ حضور یہ حاضر ہے۔ وہ شراب کے نشہ میں کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ وہی شخص ہے جس کی آواز آپ نے سنی تھی۔ اس نے پوچھا کہ تم اس کو کہاں سے لائے ہو۔ وہ کہنے لگے حضور مسجد میں تھا، کھڑا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ اس رئیس نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ اس نے اعوذ باللہ پڑھ کر یہ آیتیں بتائیں:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۝ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْکٌ ط وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۝ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ (سورۃ مطففین ۔۸۳۔ آیت ۲۲ سے ۲۸)

ترجمہ ۔ بیشک نیک لوگ (جنت کی) بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (جنت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی، سرسبزی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کے لیے خالص شراب سر بمہر جس پر مشک کی مُہر ہوگی ملے گی (ایک دوسرے پر) حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیزوں میں حرص کرنا چاہیئے (کہ یہ نعمتیں کس کو

زیادہ ملتی ہیں اور ان کا ملنا اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے ان اعمال میں حرص کرنا چاہیئے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اُس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی۔ (شراب میں کوئی چیز ملائی جاتی ہے تو اس سے اُس کا جوش زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ تسنیم جنت کا، ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پانی پیتے ہیں۔" (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملے گا اور نیک لوگوں کی شراب میں اس میں سے تھوڑا سا ملا دیا جائے گا)

اس کے بعد اس فقیر نے کہا ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے تیرے اس محل کو تیرے اس بالا خانہ تیرے ان فرشوں کو اُن سے کیا مناسبت، وہ بڑی اُونچی مسہریاں ہیں جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں ایسے فرش جو بہت بلند ہیں۔ (سورۃ الواقعہ:۵۶۔ آیت ۳۴) ان کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے (سورۃ الرحمٰن ۵۵: آیت۔۵۴) وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب و غریب خوبصورت کپڑوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں (سورۃ الرحمٰن ۵۵: آیت۔۷۶) اللہ کا ولی ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھے گا جو دو دو باغوں میں جاری ہوں گے۔ (سورۃ الرحمٰن ۵۵۔ آیت ۵۰) ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہوں گے)۔ (سورۃ الرحمٰن ۵۵۔ آیت ۵۲) وہ میوے نہ تو ختم ہوں گے نہ اُن کی کچھ روک ٹوک ہوگی (جیسا دُنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں)۔ (سورۃ الواقعہ ۵۶۔ آیت ۳۳) وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنت میں ہوں گے۔ (سورہ الحاقہ ۶۹۔ آیت ۲۲) ایسی عالی مقام جنت میں ہوں گے جہاں کوئی لغویات نہ سنیں

گے۔اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے اور اس میں اُونچے اُونچے تخت بچھے ہوئے ہوں گے اور آبخورے رکھے ہوئے ہونگے اور برابر گدّے لگے ہوئے ہوں گے اور سب طرف قالین ہی قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے (کہ جہاں چاہیں بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے)۔(سورۂ غاشیہ۔۸۸۔آیت ۹ سے ۱۶) وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہوں گے۔(سورۂ مرسلات۔ ۷۷۔آیت۔۴۱) اس کے جنت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (کبھی ختم نہ ہوں گے) اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔(سورۂ رعد۔۱۳۔آیت ۳۵) وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے) بیشک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ لوگ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔(سورۂ زخرف۔۴۳۔آیت ۷۴ سے ۷۵) بیشک مجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کے) جنون میں پڑے ہوئے ہیں (ان کو اپنی حماقت اس دن معلوم ہوگی) جس دن مُنہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ (دوزخ کی آگ لگنے کا (اس میں جلنے کا) مزہ چکھو (سورۂ قمر۔۵۴۔آیت ۴۷ سے ۴۸) وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔(سورۂ واقعہ۔۵۶۔آیت ۴۲ سے ۴۳) مجرم آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام روئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دے دے

پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اتار دے گی اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بلاوے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رُخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اس کو اٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا۔ (سورۂ معارج۔۷۰۔آیت ۱۱ سے ۱۸) یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا اور نہایت سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے غصہ میں ہوگا اور یہ لوگ اس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہوں گے۔

(اس کلام میں اس فقیر نے جنت اور درزخ کی بہت سی آیات کی طرف اشارہ کردیا جن کی سورت اور رکوع کا حوالہ لکھ دیا گیا۔ پوری آیات مترجم قرآن شریف سے دیکھی جاسکتی ہیں)۔

وہ ہاشمی رئیس فقیر کا کلام سن کر اپنی جگہ سے اٹھا اور فقیر سے معانقہ کیا اور خوب چلا کر رویا اور اپنے سب اہلِ مجلس کو کہہ دیا کہ تم سب چلے جاؤ اور فقیر کو ساتھ لے کر صحن میں گیا اور ایک تخت پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر نوحہ کرتا رہا اپنی حالت پر روتا رہا اور فقیر اس کو نصیحت کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اس نے اپنے سب گناہوں سے اول فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اس کا عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کرے گا۔ پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی عبادت میں مشغول ہوگیا اور اپنا سارا ساز و سامان، مال و متاع سب فروخت کر کے صدقہ کردیا اور تمام نوکروں کو موقوف کردیا اور جتنی چیزیں ظلم و ستم سے لی تھیں سب اہلِ حقوق کو

واپس کیں۔ غلام اور باندیوں میں سے بہت سے آزاد کیے اور بہت سے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر دی اور موٹا لباس اور جو کی روٹی اختیار کی۔ تمام رات نماز پڑھتا، دن کو روزہ رکھتا۔ حتیٰ کہ بزرگ اور نیک لوگ اس کے پاس زیارت کو آنے لگے اور اتنا مجاہدہ اس نے شروع کر دیا کہ لوگ اس کو اپنے حال پر رحم کھانے کی اور مشقت میں کمی کرنے کی فرمائش کرتے اور اس کو سمجھاتے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نہایت کریم ہیں، وہ تھوڑی محنت پر بہت زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔ مگر وہ کہتا کہ دوستو! میرا حال مجھی کو معلوم ہے۔ مَیں نے اپنے مولیٰ کی رات دن نافرمانیاں کی ہیں۔ بڑے سخت سخت گناہ کیے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگتا اور خوب روتا۔ اسی حالت میں ننگے پاؤں پیدل حج کو گیا۔ ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا، ایک پیالہ اور ایک تھیلا صرف ساتھ تھا۔ اسی حالت میں مکہ مکرمہ پہنچا اور حج کے بعد وہیں قیام کر لیا۔ وہیں انتقال ہوا۔ مکہ کے قیام میں رات کو حطیم میں جا کر خوب روتا اور گڑگڑاتا اور کہتا کہ میرے مولیٰ میری کتنی خلوتیں ایسی گزر گئیں جن میں میں نے تیرا خیال بھی نہ کیا۔ میں نے کتنے بڑے بڑے گناہوں سے تیرا مقابلہ کیا۔ میرے مولیٰ میری نیکیاں ساری جاتی رہیں (کہ کچھ بھی نہ کمایا) اور میرے گناہ میرے ساتھ رہ گئے۔ ہلاکت ہے میرے لیے اس دن جس دن تجھ سے ملاقات ہوگی (یعنی مرنے کے بعد) میرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے۔ یعنی بہت زیادہ ہلاکت ہے اس دن جس دن میرے اعمالنامے کھولے جائیں گے۔ آہ وہ میری رسوائیوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ وہ میرے گناہوں سے پر ہوں گے بلکہ تیری ناراضی سے مجھ پر ہلاکت اتر

چکی ہے اور تیرا عتاب مجھ پر ہلاکت ہے جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا جو ہمیشہ تو نے مجھ پر کیے اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ میں نے گناہوں سے مقابلہ کیا اور تو میری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے آقا تیرے سوا میرا کونسا ٹھکانا ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں تیرے سوا کون ایسا ہے جس سے التجا کروں۔ تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ کروں۔ میرے آقا میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں۔ البتہ محض تیرے کرم سے، تیری عطا سے، تیرے فضل سے اس کی تمنا کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرمادے اور میرے گناہ معاف کردے۔ فَاِنَّکَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ۔

قصہ ایک باندی کا

حضرت مالک بن دینارؒ ایک مرتبہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ و جلال حشم و خدم کے ساتھ جارہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔ حضرت مالکؒ نے اس کو دیکھا تو آواز دے کر فرمایا کہ اے باندی تجھے تیرا مالک فروخت کرتا ہے یا نہیں؟ وہ باندی اس فقرہ کو سن کر (حیران رہ گئی) کہنے لگی کیا کہا، پھر کہو۔ انہوں نے پھر ارشاد فرمایا۔ اس نے کہا اگر وہ فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید سکتا ہے۔ فرمانے لگے ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہوں۔ وہ باندی یہ سن کر ہنس پڑی اور اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ لے چلو (ذرا مذاق ہی رہے گا) خدام نے پکڑ کر ساتھ لے لیا۔ وہ جب گھر واپس پہنچی تو اس نے اپنے آقا سے یہ قصہ

سنایا۔ وہ بھی سن کر بہت ہنسا اور ان کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا۔ جب یہ سامنے پیش کیے گئے تو اس آقا کے دل پر ایک ہیبت سی ان کی چھا گئی۔ وہ کہنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ تو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ اس نے کہا آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں؟

حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی قیمت کھجور کی دو گٹھلیاں ہیں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ اس نے پوچھا کہ تم نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں عیب بہت ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں؟ فرمانے لگے اگر عطر نہ لگائے تو بدن میں سے بو آنے لگے۔ اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ میں سے سڑانڈ آنے لگے۔ اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو وہ پریشان حال ہو جائیں، جوئیں ان میں پڑ جائیں (اور سر میں سے بو آنے لگے) ذرا عمر زیادہ ہو جائے تو بوڑھی بن جائے گی (منہ لگانے کے بھی قابل نہ رہے گی) حیض اس کو آتا ہے۔ پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں (تھوک، سنک، رال، ناک کے چوہے وغیرہ) اس میں سے نکلتے رہتے ہیں۔ غم رنج مصیبتیں اس کو پیش آتی رہتی ہیں۔ خود غرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت ظاہر کرتی ہے۔ محض اپنی راحت و آرام کی وجہ سے تجھ سے الفت جتاتی ہے۔ (آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے، ساری محبت ختم ہو جائے) انتہائی بیوفا کوئی قول قرار پورا نہ کرے۔ اس کی ساری محبت جھوٹی ہے کل کو تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی تو اس سے بھی ایسی ہی محبت کے دعوے کرنے لگے گی۔ میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس

سے نہایت کم قیمت ہے وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے۔ مشک اور زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے۔ اس پر موتی اور نور لپیٹا گیا ہے۔ اگر کھارے پانی میں اس کا آبِ دہن ڈال دیا جائے، تو وہ میٹھا ہو جائے اور مردہ سے اگر وہ بات کرے تو وہ زندہ ہو جائے، اگر اس کی کلائی آفتاب کے سامنے کر دی جائے تو آفتاب بے نور ہو جائے۔ گہن ہو جائے۔ اگر وہ اندھیرے میں آجائے تو سارا گھر روشن ہو جائے، چمک جائے۔ اگر وہ دنیا میں اپنی زیب و زینت کے ساتھ آجائے تو سارا جہاں معطر ہو جائے، چمک جائے اس باندی نے مشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے، یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے، ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے، تسنیم جو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے، کا پانی پیتی ہے۔ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی، اپنی محبت کو نہیں بدلتی (ہرجائی نہیں ہے) اب تم ہی بتاؤ کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کونسی باندی زیادہ موزوں ہے۔ سب نے کہا کہ وہی باندی جس کی آپ نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس باندی کی قیمت ہر وقت، ہر زمانہ میں، ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اتنی بڑی اہم اور عالیشان چیز کے خریدنے کے لیے بہت معمولی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا وقت فارغ کر کے صرف اللہ جلِ شانہٗ کے لیے کم از کم دو رکعت تہجد کی پڑھ لی جائیں اور سب تم کھانا کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کر لو اور اللہ جلِ شانہٗ کی رضا کو اپنی خواہشات پر غالب کر دو۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز کانٹا اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو اس کو

ہٹادو، دنیا کی زندگی کو معمولی اخراجات کے ساتھ پورا کردو اور اپنا فکر وغم اس دھوکہ کے گھر سے ہٹا کر ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف لگادو۔ ان چیزوں پر اہتمام کرنے سے تم دنیا میں عزت کی زندگی گزاروگے، آخرت میں بے فکر اور اعزاز واکرام کے ساتھ پہنچوگے اور جنت جو نعمتوں کا گھر ہے اس میں اللہ جل شانہٗ رب العزت کے پڑوس میں ہمیشہ ہمیشہ رہوگے۔ اس باندی کے آقا نے باندی سے پوچھا کہ تو نے شیخ کی باتیں سن لیں۔ یہ سچ ہیں یا نہیں؟ باندی نے کہا بالکل سچ ہیں۔

شیخ نے بڑی نصیحت اور خیر خواہی اور بھلائی کی بات بتائی ہے۔ آقا نے کہا کہ اچھا تو تو اب آزاد ہے اور اتنا اتنا سامان تیری نذر ہے اور اپنے سب غلاموں سے کہا کہ تم بھی سب آزاد ہو اور میرے مال میں سے اتنا اتنا مال تمہاری نذر ہے اور میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اس میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور گھر کے دروازے پر ایک موٹے سے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا اس کو اتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا اور اپنا سارا لباسِ فاخرہ اتار کر صدقہ کر دیا۔ اس باندی نے کہا کہ آقا تمہارے بعد میرے لیے بھی یہ زندگی اب خوشگوار نہیں ہے اور اس نے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن کر اپنا سارا زیب وزینت کا لباس اور اپنا سارا مال ومتاع صدقہ کر کے آقا کے ساتھ ہی ہولی اور مالک بن دینارؒ ان کو دعائیں دیتے ہوئے ان سے رخصت ہو گئے اور وہ دونوں اس سارے عیش وعشرت کو طلاق دے کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (روض)

قصہ ایک ظالم کا

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم جابر کی روح قبض کر کے لے گئے کہ دنیا میں اس سے بڑا ظالم کوئی نہ تھا۔ وہ جارہے تھے فرشتوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں تمہیں کبھی کسی پر رحم بھی آیا۔ انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا جو تنہا جنگل میں تھی۔ جب ہی اس کے بچہ پیدا ہوا تھا مجھے حکم ہوا کہ اس عورت کی جان قبض کرلوں۔ مجھے اس عورت کی اور اس کے بچہ کی تنہائی پر بڑا ترس آیا کہ اس بچہ کا اس جنگل میں جہاں کوئی دوسرا نہیں ہے کیا بنے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ یہ ظالم جس کی روح تم لے جارہے ہو وہی بچہ ہے۔ ملک الموت حیرت میں رہ گئے۔ کہنے لگے مولیٰ تو پاک ہے، بڑا مہربان ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قصہ ایک ظالم کا

بخارا کا ایک حاکم بڑا سخت ظالم تھا۔ ایک دن وہ اپنی سواری پر چلا جارہا تھا۔ راستہ میں ایک کتا نظر پڑا جس کے خارش ہورہی تھی اور سردی نے اس کو بہت ستا رکھا تھا۔ اس ظالم کی اس پر نگاہ پڑتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے ایک نوکر سے کہا کہ اس کتے کو میرے گھر لے جا، میرے آنے تک اس کا خیال رکھیو۔ یہ کہہ کر وہ اپنے کام جہاں جارہا تھا چلا گیا۔ جب واپس آیا، تو اس کتے کو منگایا اور گھر کے ایک کونہ میں اس کو بند ھوا دیا۔ اس کے سامنے ٹکڑا ڈالا،

پانی رکھوایا اور اس کے بدن پر تیل ملوا کر ایک کپڑے کی جھول اس کے اوپر ڈلوائی۔ اس کے قریب آگ رکھوائی تا کہ اس کی گرمی سے اس پر سے سردی کا اثر زائل ہو جائے اور اس قصہ کو دو ہی دن گزرے تھے کہ اس ظالم کا انتقال ہو گیا۔ ایک بزرگ نے جو اس کے مظالم اور اس کی حالت سے خوب واقف تھے اس کو خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ کیا گزری۔ اس نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کتا تھا (یعنی کتوں جیسے کام کرتا تھا، انسانوں جیسے کام نہیں کرتا تھا) اس لیے ہم نے بھی ایک کتے ہی کو تجھ کو دے دیا (یعنی اس خارشی کتے نے تیری بخشش کر دی) اور میرے ذمہ جو حقوق تھے ان کا خود ادا کرنے کا ارادہ فرما لیا۔ (مسامرات)

حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات بڑی کریم ہے۔ وہ سارے کریموں کا مالک ہے۔ بادشاہ ہے، اس کے کرم تک کوئی کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ کسی شخص کی کوئی ادنیٰ سی چیز بھی اُس کو پسند آجائے تو اس شخص کا بیڑا پار ہے۔ آدمی اس کی خوشنودی کی تلاش میں رہے۔ نہ معلوم کس کی کیا بات اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے۔

قصہ بنی اسرائیل کے ایک ظالم کا

یزید قاشیؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ظالموں میں ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی سے تخلیہ کر رہا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ گھر میں ایک اجنبی آدمی دروازہ سے چلا آرہا ہے۔ یہ شخص نہایت غصہ میں اس کی طرف لپکا۔ اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور گھر میں آنے کی تجھے کس نے اجازت دی۔ اس نے

کہا کہ مجھے اس گھر کے مالک نے اندر آنے کو کہا ہے اور میں وہ شخص ہوں جس کو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لیے مجھے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے نہ کسی ظالم کے دبدبہ سے ڈرتا ہوں، نہ کسی مغرور متکبر کے پاس جانے سے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے۔ اس کی یہ گفتگو سن کر وہ ظالم خوفزدہ ہوگیا، بدن میں کپکپی آگئی اور اوندھے منہ گر گیا۔ اس کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا، پھر تو آپ ملک الموت ہیں۔ اس نے کہا، ہاں میں وہی ہوں۔ صاحب مکان نے کہا کہ آپ مجھے اتنی مہلت دے دیں کہ میں وصیت نامہ لکھ دوں۔ ملک الموت نے کہا کہ اب اس کا وقت دور چلا گیا۔ افسوس کہ تیری مدت ختم ہو چکی ہے سانس پورے ہو گئے اور تیرا وقت ختم ہو گیا۔ اب تیرے لیے ذرا سی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں۔ صاحب مکان نے پوچھا کہ آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔ ملک الموت نے کہا تیرے اعمال جو آگے گئے ہوئے ہیں ان کے پاس ہی لے جاؤں گا (جیسے عمل کیے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانا ملے گا) اور جس قسم کا گھر تو نے اس جہان میں بنا رکھا ہوگا وہی تجھے ملے گا اس نے کہا کہ میں نے تو نیک اعمال کچھ بھی نہیں کیے اور نہ کوئی عمدہ گھر اپنے لیے اب تک بنا رکھا ہے۔ ملک الموت نے کہا پھر تو لظی نزاعۃ للشوی کی طرف لے جاؤں گا۔

یہ سورۂ معارج ع ۱ کی آیت کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ "بیشک وہ آگ ایسی دہکتی ہوئی ہے جو کھال تک کھینچ لے گی اور اس شخص کو جس نے (دنیا میں حق سے) منہ پھیرا اور بے توجہی کی وہ آگ خود ہی بلا لے گی۔ (اپنی طرف کھینچ لے گی)" اس کے بعد ملک الموت نے اس کی جان نکال

لی۔ گھر میں کہرام مچ گیا کوئی رورہا تھا کوئی چلا رہا تھا۔ یزید رقاشی کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مردہ پر اس وقت کیا گزر رہی ہے تو اس کے مرنے سے زیادہ آہ و بکا اس حالت پر ہونے لگے جو اس پر گزر رہی ہے۔

قصہ ایک بت پرست کا

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ (جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہے تھے۔ ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچا دیا۔ ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بت کو پوج رہا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے۔ اس نے اس بت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کا لائق نہیں ہے اس نے کہا تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے۔ اس کی گرفت زمین پر ہے۔ اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے۔ کہنے لگا تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا؟ ہم نے کہا اس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم اور شریف تھا۔ اس رسول ﷺ نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں۔ اس نے کہا وہ رسول ﷺ کہاں ہیں؟ ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ و انعام عطا فرمائے۔ اس نے کہا کہ اس رسول ﷺ نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اس مالک کی پاک کلام

ہمارے پاس چھوڑی ہے۔اس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔ہم نے قرآن پاک لاکر اس کے سامنے رکھا۔اس نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ۔ہم نے ایک سورت سنائی۔وہ سنتے ہوئے روتا رہا۔یہاں تک کہ وہ سورت پوری ہوگئی۔اس نے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔ہم نے اس کو اسلام کے ارکان اور احکام بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں۔

جب رات ہوئی عشا کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے تو اس نے پوچھا کہ تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے۔ہم نے کہا وہ پاک ذات حیّ قیوم ہے۔وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے (آیۃ الکرسی) وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ۔ہمیں اس کی بات سے بڑی حیرت ہوئی۔

جب ہم اس جزیرہ سے واپس ہونے لگے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں۔ہم نے اپنے ساتھ لے لیا۔جب ہم شہر عبادان میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ شخص نو مسلم ہے اس کے لیے کچھ معاش کا فکر بھی چاہیئے۔ہم نے کچھ درم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے۔اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا کچھ درم ہیں۔ان کو تم اپنے خرچ میں لے آنا۔کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے۔میں ایک جزیرہ میں تھا، ایک بت کی پرستش کرتا تھا۔خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہیں کیا۔حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا۔اور وہ اس وقت مجھے کیوں کر ضائع

کردے گا جب کہ میں اس کو پہچانتا بھی ہوں (اس کی عبادت بھی کرتا ہوں)۔

تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے، موت کے قریب ہے۔ ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا۔ کہنے لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کردیں جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں میری ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔

شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعتہً نیند کا غلبہ ہوا۔ میں وہیں سو گیا۔ تو میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت سرسبز شاداب باغ ہے۔ اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے۔ اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیج دو۔ اسکے اشتیاق میں میری بیقراری حد سے بڑھ گئی ہے۔ میری جو آنکھ کھلی تو اس نومسلم کی روح پرواز کرچکی تھی۔ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کردیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۔ (سورۂ رعد۔ آیت۔ ۲۳) جس کا ترجمہ ہے: اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے (جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے) اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط جمے رہے) پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ جس نے ساری عمر بت

پرستی کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے بت پرست والے شخص کے پاس بھیجا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ ترجمہ: مالک الملک جس کو تو دینا چاہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو تو نہ چاہے اس کو کوئی دینے والا نہیں۔

قصہ راشد بن سلیمان کا

حضرت ضحاک بن مزاحمؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جمعہ کی شب میں کوفہ میں جامع مسجد کے ارادہ سے نکلا۔ چاندنی رات تھی مسجد کے صحن میں ایک جوان کو میں نے دیکھا کہ سجدہ میں پڑا ہوا بے تحاشا رو رہا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کوئی ولی ہے۔ میں اس کے قریب گیا تا کہ اس کی بات سنوں، تو وہ یہ کہہ رہا تھا۔

ترجمہ: اے عزت والے تیرے ہی ذات پر مجھ کو بھروسہ ہے۔ خوش حال ہے وہ جس کا تو مقصود ہے، خوشحال ہے وہ جو ساری رات خوف اور ڈر میں گزار دے اور عزت والے ہی سے اپنی مصیبت کا اظہار کرے اور اس کو اس سے بڑھ کر کوئی علت اور کوئی مرض نہ ہو کہ اس کو اپنے مولیٰ سے عشق رہے۔ جب وہ اندھیری رات میں تن تنہا عاجزی کرنے والا ہو، تو اللہ کی طرف سے اس کی پکار کا جواب ہو اور لبیک ہو۔"

بار بار وہ شخص یہی کہہ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ اس کے بے اختیار رونے سے مجھے بھی اس پر ترس کھا کر رونا آ گیا۔ پھر اس نے ایسی کلام کی جس سے میں یہ

سمجھا کہ اس کو کوئی خاص نور نظر آیا اور اس نے کسی کو یہ دو شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

جس کا ترجمہ ہے۔ میرے بندے میں موجود ہوں، تو میری حفاظت میں ہے اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے ہم اس کو سن رہے ہیں۔ تیری آواز کے میرے فرشتے مشتاق ہیں اور تیرے سارے گناہ ہم نے معاف کر دیے۔

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے اور تم پر رحم کرے، تم کون ہو۔

کہنے لگے: ''میں راشد بن سلیمان ہوں۔'' میں نے نام سے ان کو پہچان لیا۔ کیونکہ میں پہلے سے ان کے حالات سنتا رہتا تھا اور ان سے ملنے کا مشتاق تھا، مگر اس پر قادر نہ ہو سکا تھا۔ آج اللہ جلِ شانہٗ نے ایسا سہل کر دیا۔ میں نے خدمت میں رہنے کی درخواست کی تو فرمایا یہ بہت دشوار ہے۔ جو شخص رب العالمین سے مناجات کی لذت پاتا ہو وہ مخلوق سے کب انس رکھ سکتا ہے۔ کہنے لگے واللہ اگر ہمارے زمانہ کے آدمیوں پر پہلے مشائخ میں سے کسی کا گزر ہو تو وہ کہہ دے گا کہ یہ لوگ تو آخرت کے دن پر ایمان بھی نہیں رکھتے۔ یہ کہہ کر راشدؒ میری نظر سے غائب ہو گئے۔

اللہ جانے وہ آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں اتر گئے۔ مجھے ان کی جدائی سے رنج ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مرنے سے پہلے پہلے ان سے پھر ملاقات نصیب ہو جائے۔ اتفاق سے میں ایک مرتبہ حج کو گیا تو کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ تلے ان کو بیٹھے دیکھا اور ایک مجمع ان کے پاس تھا جو سورۂ

انعام ان کو سنا رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا کہ یہ علماء کی مہربانی ہے اور وہ اولیا کی تواضع تھی پھر اٹھے اور مجھؒ سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور فرمایا کہ تم نے اللہ سے دعا کی تھی کہ مرنے سے پہلے مجھ سے ملاقات ہو جائے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں دعا کی تھی فرمایا الحمد للہ علیٰ ذٰلِکَ میں نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم کرے اس رات کو جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اور سنا تھا وہ مجھے بتا دیجیے۔ انہوں نے زور سے ایک ایسی چیخ ماری جس سے میں یہ سمجھا کہ ان کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور بیہوش ہو کر گر گئے اور جو مجمع ان کے پاس تھا وہ چلا گیا۔ جب ان کو ہوش آیا تو فرمایا میرے بھائی کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ کے چاہنے والوں کے دلوں میں کس قدر خوف اور ہیبت اس کے اسرار کے کھولنے میں ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا اچھا یہ کون لوگ تھے جو آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ فرمایا یہ جنات کی جماعت تھی۔ قدیم تعلقات کی بنا پر میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ یہ ہر سال میرے ساتھ حج کیا کرتے ہیں اور مجھ کو قرآن شریف سنایا کرتے ہیں پھر انہوں نے مجھ کو رخصت کیا اور فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ جنت میں تم کو ملا دے جہاں نہ جدائی ہو گی نہ مشقت نہ غم ہو گا نہ کلفت یہ کہہ کر پھر مجھ سے غائب ہو گئے اس کے بعد میں نے ان کو نہیں دیکھا۔

قصہ ایک نوجوان کا

جعفر بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت مالک بن دینارؒ کے ساتھ ایک دفعہ بصرہ میں چل رہا تھا۔ ایک عالیشان محل پر گزر ہوا جس کی تعمیر جاری تھی اور

ایک نوجوان بیٹھا ہوا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا، وہاں اس طرح بنے گا۔ مالک بن دینارؒ اس نوجوان کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے۔ اس کو اس تعمیر میں کیسا انہاک ہے۔ میری طبیعت پر یہ تقاضا ہے کہ میں اللہ جلِ شانہٗ سے اس نوجوان کے لیے دعا کروں کہ وہ اس کو اس جھگڑے سے چھڑا کر اپنا مخلص بندہ بنا لے۔ کیسا اچھا ہو اگر یہ جنت کے نوجوانوں جیسا بن جائے۔ جعفر چل اس نوجوان کے پاس چلیں۔ جعفرؒ کہتے ہیں کہ ہم دونوں اس نوجوان کے پاس گئے۔ اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ (وہ مالک سے واقف تھا) مگر مالک کو پہچانا نہیں۔ تھوڑی دیر میں پہچانا تو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کیسے تشریف آوری ہوئی؟ مالکؒ نے فرمایا تم نے اپنے اس مکان پر کس قدر روپیہ لگانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس نے کہا ایک لاکھ درم۔ مالک نے فرمایا کہ اگر تم یہ ایک لاکھ درم مجھے دے دو، تو میں تمہارے لیے جنت میں ایک مکان کا ذمہ لیتا ہوں جو اس سے بدرجہ بہتر ہو گا اور اس میں حشم نعدم بہت سے ہوں گے۔ اس میں خیمے اور قبے سرخ یاقوت کے ہونگے جن پر موتی جڑے ہوئے ہوں گے۔ اس کی مٹی زعفران کی ہوگی، اس کا گارا مشک سے بنا ہو گا جس کی خوشبو میں مہکتی ہوں گی وہ کبھی نہ پرانا ہو گا نہ ٹوٹے گا۔ اس کو معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کے امر کن سے تیار ہو جائے گا۔ اس نوجوان نے کہا مجھے سوچنے کے لیے آج رات کی مہلت دیجئے۔ کل صبح آپ تشریف لائیں تو میں اس کے متعلق اپنی رائے سے عرض کروں گا۔

حضرت مالکؒ واپس چلے آئے اور رات بھر اس نوجوان کے فکر اور سوچ

میں رہے۔ آخر شب میں اس کے لیے بہت عاجزی سے دعا کی۔ جب صبح ہوئی تو ہم دونوں اس کے مکان پر گئے۔ وہ نوجوان دروازہ سے باہر ہی انتظار میں بیٹھا تھا اور جب حضرت مالکؒ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا تمہاری کل کی بات میں کیا رائے رہی۔ اس نوجوان نے کہا کہ آپ اس چیز کو پورا کریں گے جس کا کل آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا ضرور۔ اس نے دراہم کے توڑے سامنے لاکر رکھ دیے اور دولت قلم لاکر رکھ دیا۔ حضرت مالکؒ نے ایک پرچہ لکھا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا کہ یہ اقرار نامہ ہے کہ "مالک بن دینارؒ نے فلاں شخص سے اس کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے اس محل کے بدلہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس کو ایسا ایسا محل جس کی صفت اوپر بیان کی گئی (جو جو صفات اس مکان کی اوپر گزریں وہ سب لکھنے کے بعد لکھا)، ملے گا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ عمدہ اور بہتر جو عمدہ سایہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کے قریب ہوگا۔" یہ پرچہ لکھ کر اس کے حوالہ کر دیا اور ایک لاکھ درم اس سے لے کر چلے آئے۔ جعفرؒ کہتے ہیں کہ شام کو حضرت مالکؒ کے پاس اس میں سے اتنا بھی باقی نہ تھا کہ ایک وقت کے کھانے ہی کا کام چل سکے۔

اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دن حضرت مالکؒ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کی محراب میں ایک پرچہ پڑا دیکھا۔ یہ وہی پرچہ تھا جو مالکؒ نے اس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا اور اس کی پشت پر بغیر روشنائی کے لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مالک بن دینارؒ کے ذمہ کی برأت ہے۔ جس مکان کا تم نے اس جوان سے ذمہ لیا تھا وہ ہم نے اس کو پورا پورا دے

دیا اور اس سے ستر گنا زیادہ دے دیا۔

حضرت مالکؒ اس پرچہ کو پڑھ کر متحیر سے ہوئے۔ اس کے بعد ہم اس نوجوان کے مکان پر گئے تو وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا (جو سوگ کی علامت کے طور پر لگایا ہوگا) اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا کل گزشتہ انتقال ہو گیا۔ ہم نے پوچھا کہ اس کا غسل میت کس نے دیا تھا۔ اس کو بلایا گیا، ہم نے اس سے اس کے نہلانے اور کفنانے کی کیفیت پوچھی۔ اس نے کہا کہ نوجون نے اپنے مرنے سے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ جب تو مجھے نہلا کر کفن پہنائے تو یہ پرچہ اس کفن میں رکھ دینا۔ میں نے اس کو نہلایا، کفنایا اور وہ پرچہ اس کے کفن کے اور بدن کے درمیان میں رکھ دیا۔ حضرت مالکؒ نے وہ پرچہ اپنے پاس سے نکال کر اس کو دکھایا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ وہی پرچہ ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے اس کو موت دی یہ پرچہ میں نے خود اس کے کفن کے اندر رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک دوسرا نوجوان اٹھا اور کہنے لگا کہ مالک آپ مجھ سے دو لاکھ درم لے لیجیے اور مجھے بھی پرچہ لکھ دیجیے۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ وہ بات دور چلی گئی۔ اب نہیں ہو سکتا اللہ جل شانہٗ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی مالکؒ اس نوجوان کا ذکر فرماتے تو رونے لگتے اور اس کے لیے دعا کرتے تھے۔

بزرگوں کو اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے پیش آتے ہیں کہ جوش میں کوئی بات زبان سے نکل گئی حق تعالیٰ شانہٗ اس کو اسی طرح پورا فرماتے ہیں جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد میں ان الفاظ سے نقل کیا

گیا۔ ”بہت سے بکھرے ہوئے بالوں والے غبار آلودہ لوگ جن کو لوگ اپنے دروازہ سے ہٹادیں اور ان کی پروا بھی نہ کریں، ایسے ہیں کہ اگر اللہ جل شانہٗ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ان کی بات کو پورا کرے۔“

قصہ ایک نوجوان کا

حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کے لیے جارہا تھا۔ بہت سے رفیق ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک مرتبہ مجھے تنہائی کا غلبہ ہوا اور یہ دل میں تقاضا ہوا کہ سب کا ساتھ چھوڑ کر اکیلے چلوں۔ میں نے اس راستہ کو چھوڑ کر جس پر سب چل رہے تھے، ایک دوسرا انتہائی کا راستہ اختیار کرلیا اور میں تین دن اور تین رات برابر چلتا رہا۔ نہ تو مجھے ان میں کھانے کا خیال آیا نہ پینے کا نہ کوئی اور حاجت پیش آئی۔ تین دن رات چلنے کے بعد میں ایک ایسے جنگل میں پہنچ گیا جو بڑا شاداب سرسبز اور ہر قسم کے پھل اور پھول اس میں لگے ہوئے جو بڑے خوشبودار تھے اور اس کے بیچ میں ایک چشمہ ہے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ تو جنت ہے اور میں سخت حیرت میں پڑ گیا۔ میں اسی فکر و سوچ میں تھا کہ ایک جماعت آتی نظر آئی جن کے چہرے تو آدمیوں جیسے تھے اور ان پر مرقع چادریں اور خوشنما لنگیاں تھیں۔ ان لوگوں نے آکر مجھ کو گھیر لیا اور سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم کہاں، میں کہاں۔ پھر مجھے خیال ہوا کہ یہ جنات کی قوم ہے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم میں ایک مسئلہ میں اختلاف ہورہا ہے اور ہم جنات میں سے ہیں جنہوںؓ نے بیعت العقبہ کی رات میں حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا پاک کلام سنا تھا۔حضور کے پڑھنے کی آواز نے ہمیں دنیا کے سارے کاموں سے چھڑا دیا اور یہ جگہ اللہ جل شانہٗ نے ہمارے لیے حزین فرمادی۔میں نے پوچھا کہ اس جگہ سے وہ جگہ کتنی دور ہے جہاں میں نے اپنے سفر کے ساتھیوں کو چھوڑا ہے۔میرے اس سوال پر ایک شخص نے ان میں سے تبسم کرتے ہوئے کہا کہ ابو اسحٰق اللہ جلِ شانہٗ کے بھی عجیب بھید ہیں۔ اس جگہ تمہاری قوم کا کبھی کوئی شخص بجز ایک آدمی کے نہیں آیا۔ایک جوان تمہاری جنس سے آیا تھا۔اس کا یہاں انتقال ہو گیا تھا اور یہ دیکھو اس کی قبر ہے۔اس کی قبر میں نے دیکھی کہ اس پانی کے تالاب کے کنارہ تھی۔اس کے گرد چھوٹا سا باغیچہ تھا جس میں ایسے پھول لگ رہے تھے کہ میں نے اس جیسے پھول کبھی نہیں دیکھے تھے۔پھر وہ جن کہنے لگا کہ اس جگہ کے اور اس کے درمیان اتنے اتنے مہینوں کا اور اتنے اتنے برسوں کا راستہ ہے۔ابراہیمؒ نے کہا کہ اچھا اس جوان کا حال مجھے بتاؤ۔ان میں سے ایک نے سنایا کہ ہم لوگ اس چشمہ کے کنارہ بیٹھے ہوئے عشق کے بارے میں بحث کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک جوان آیا اور اس نے آ کر سلام کیا۔ہم نے سلام کا جواب دیا اور ہم نے پوچھا کہ نوجوان کہاں سے آئے ہو۔اس نے کہا کہ شہر نیشاپور سے آیا ہوں۔ہم نے پوچھا کہ اس شہر سے کس ارادہ سے چلے تھے۔اس جوان نے کہا کہ میں نے اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد سنا ہے۔وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ہ (سورۂ زمر۔۳۹۔آیت ۵۴) ترجمہ: ”تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو، قبل اس کے کہ تم پر عذاب

ہونے لگے۔ پھر اس وقت تمہاری کسی طرف سے بھی کوئی مدد نہ کی جائے“۔

ہم نے اس نوجوان سے پوچھا کہ انابت کیا ہے اور عذاب کیا ہے؟ اس نے بیان کرنا شروع کیا اور جب عذاب بیان کرنا شروع کیا تو ایک چیخ ماری اور مر گیا۔

ہم لوگوں نے اس کو قبر میں دفن کر دیا۔

ابراہیمؒ کہتے ہیں مجھے اس قصہ سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کے بعد میں اس جوان کی قبر کے نزدیک گیا، تو اس کے سرہانے نرگس کے پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدستہ رکھا تھا اور اس کی قبر پر یہ لفظ لکھے ہوئے تھے هٰذَا قَبْرُ حَبِيْبِ اللّٰهِ قَتِيْلَ الْغَيْرَةِ۔ ”یہ اللہ کے دوست کی قبر ہے جو غیرت کا قتل کیا ہوا ہے۔“ اور نرگس کے ایک پتہ پر انابت کی تفسیر لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو پڑھا۔ ان جنات نے مجھ سے اس کا مطلب پوچھا۔ میں نے اس کا مطلب بتایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور مزے میں لوٹنے لگے۔ جب اس سے انہیں سکون سا س ہوا تو کہنے لگے کہ ہمارا وہ مسئلہ جس پر جھگڑا تھا، حل ہو گیا۔

ابراہیمؒ کہتے ہیں پھر مجھے کچھ غنودگی سی آئی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں مسجدِ عائشہؓ کے پاس تھا (جو تنعیم کے پاس مکہ مکرمہ کے قریب ہے) اور میرے کپڑوں میں پھولوں کا ایک گلدستہ تھا جو ایک سال تک میرے پاس رہا۔ ایک سال تک میں کوئی تغیر نہ ہوا۔ اس کے چند ایام بعد وہ خود بخود خوشبو گم ہو گیا۔

قصہ ایک نوجوان عیسائی کا

حضرت شیخ ابراہیم خواص کا معمول تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لے جاتے نہ کسی سے تذکرہ کرتے، نہ کسی کو خبر ہوتی۔ ایک لوٹا ہاتھ میں لیا اور چل دیے۔ حامد اسودؒ کہتے ہیں، ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں حاضر خدمت تھا۔ آپ حسب معمول لوٹا لے کر چل دیے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب ہم قادسیہ میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں تو ہمرکابی کے لیے چل پڑا۔ فرمایا میرا ارادہ تو مکہ مکرمہ جانے کا ہے۔ میں نے عرض کیا میں بھی انشاء اللہ وہیں چلوں گا۔ جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے تو ایک نوجوان ہمارے ساتھ اور بھی ہولیا اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا۔ لیکن اس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی۔ میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ تیسرا آدمی جو ہمارے ساتھ مل گیا نماز نہیں پڑھتا۔ شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا۔ اس نے کہا میرے ذمہ نماز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا تو مسلمان نہیں ہے۔ اس نے کہا نہیں میں تو نصرانی ہوں، لیکن میں نصرانیت میں بھی توکل پر گزر کرتا ہوں۔ میرے نفس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ توکل میں پختہ ہو گیا۔ میں نے اس کو جھٹلایا اور اس جنگل بیابان میں جہاں معبود کے سوا کوئی بھی نہیں ہے لا ڈالا۔ تا کہ اس کے دعویٰ کا امتحان کروں۔ شیخ اس کی یہ بات سن کر چل دیے اور مجھ سے فرمایا کہ اس سے تعرض نہ کرو، تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے۔ وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم بطن مرد پر پہنچے۔ وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے

بدن سے اتارے اوران کودھویا۔ پھراس لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیانام ہے۔ اس نے کہاعبدالمسیح۔ شیخ نے فرمایا: عبدالمسیح یہ مکہ کی دہلیز ہے یعنی حرم آ گیااور اللہ جل شانہٗ نے مشرکوں کا داخلہ اس میں ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ " فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ (سورۃ توبہ۔۹۔آیت۔۲۸) ''مشرکین ناپاک ہیں۔ یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ ہوں۔'' اوراپنے نفس کا جوتو امتحان کرنا چاہتا تھاوہ تجھ پرظاہر ہی ہوگیا۔ پس ایسا نہ ہوکہ تو مکہ میں داخل ہو جائے۔ اگر ہم تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے۔ حامدؒ کہتے ہیں کہ ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچے، اس کے بعد جب ہم عرفات پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لڑکا احرام باندھے ہوئے لوگوں کے منہ دیکھتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیااور شیخ کے اوپر گر پڑا۔ شیخ نے پوچھا عبدالمسیح کیا گزری کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ ایسا نہ کہو، اب میں عبدالمسیح نہیں ہوں بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح بھی غلام تھے۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ اپنی سرگزشت تو سناؤ کہنے لگا کہ جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں ہی جگہ بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں کا ایک اور قافلہ آیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کے ساتھ ہولیا۔ جب مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب تھے وہ سب ایک دم میری نگاہ سے گر گئے۔ میں نے غسل کیا۔ مسلمان ہوا اور احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔ اس کے بعد سے ہم اور وہ ساتھ ہی رہے۔ یہاں تک کہ صوفیہ کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔ (روض)

قصہ اللہ کے عاشق کا

ابوسعید موصلیؒ کہتے ہیں کہ فتح بن سعیدؒ عید الاضحٰی کی نماز پڑھ کر عید گاہ سے دیر میں واپس ہوئے واپسی میں دیکھا کہ مکانوں کے اندر سے قربانی کے گوشت پکنے کا دھواں ہر طرف سے نکل رہا ہے تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ لوگوں نے قربانیوں سے آپ کا تقرب حاصل کیا۔ میرے محبوب کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں قربانی کس چیز کی کروں۔ یہ کہہ کر بیہوش ہو کر گر گئے۔ میں نے پانی چھڑکا۔ دیر میں ہوش آیا۔ پھر اٹھ کر چلے۔ جب شہر کی گلیوں میں پہنچے، تو پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگے کہ میرے محبوب تجھے میرے رنج و غم کا طویل ہونا بھی معلوم ہے اور میرا یہ گلی گلی پھرنا بھی تجھے معلوم ہے، میرے محبوب تو مجھے یہاں کب تک قید رکھے گا۔ یہ کہہ کر پھر بیہوش ہو کر گر گئے۔ میں نے پھر پانی چھڑکا۔ پھر افاقہ ہو گیا اور چند روز بعد انتقال ہو گیا۔

قصہ اللہ کے عاشق ایک لڑکے کا

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں حج کیلیے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ پیدل چل رہا ہے نہ تو اس کے پاس سواری نہ توشہ نہ پانی۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا جوان کہاں سے آرہے ہو۔ کہنے لگا اسی کے پاس سے۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ کہا اسی کے پاس۔ میں نے کہا توشہ کہاں ہے؟ کہا اسی کے ذمہ ہے۔ میں نے کہا یہ

راستہ بغیر توشہ اور پانی کے طے نہیں ہوگا۔ آخر تیرے ساتھ کچھ ہے بھی؟ کٓھٰیٰعٓصٓ اس نے کہا میں نے سفر کے شروع کے وقت پانچ حرف توشہ کے لیے پکڑ لیے تھے۔ میں نے پوچھا وہ پانچ حروف کون سے ہیں۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد کٓھٰیٰعٓصٓ۔ میں نے پوچھا اس کے کیا معنے ہوئے؟ کہنے لگا کہ ''کاف'' کے معنے کافی کفایت کرنے والا۔ ''ھ'' کے معنے ہادی ہدایت کرنے والا۔ ''یا'' کے معنے مودی ٹھکانا دینے والا۔ عین کے معنے عالم ہر بات کا جاننے والا۔ ص کے معنے صادق اپنے وعدہ کا سچا۔ پس جس شخص کا ساتھی کفایت کرنے والا۔ ہدایت کرنے والا۔ جگہ دینے والا، باخبر اور سچا ہو وہ برباد ہوسکتا ہے یا اس کو کسی بات کا خوف ہوسکتا ہے کیا وہ شخص بھی اس کا محتاج ہے کہ توشہ اور پانی لادے لادے پھرے۔

حضرت مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی گفتگو سن کر اپنا کرتہ اس کو دینا چاہا۔ اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا بڑے میاں دنیا کے کرتے سے ننگا رہنا اچھا ہے۔ دنیا کی حلال چیزوں کا حساب دینا ہے اور اس کی حرام چیزوں کا عذاب بھگتنا ہے۔ جب رات کا اندھیرا ہوا تو اس جوان نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور یہ کہا اے وہ پاک ذات جس کو بندوں کی اطاعت سے خوشی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہوں سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ مجھے وہ چیز عطا فرما جس سے تجھے خوشی ہوتی ہے یعنی اطاعت اور وہ چیز معاف فرمادے جس سے تیرا کوئی نقصان نہیں یعنی گناہ۔ اس کے بعد جب لوگوں نے احرام باندھا اور لبیک کہا تو وہ چپ تھا۔ میں نے کہا تم لبیک نہیں پڑھتے۔ کہنے لگا مجھے

یہ ڈر ہے کہ میں لبیک کہوں اور وہاں سے جواب ملے لا لبیک ولا سعد یک" نہ تیری لبیک معتبر نہ سعد یک معتبر۔" نہ میں تیرا کلام سنتا ہوں نہ تیری طرف التفات کرتا ہوں۔اس کے بعد وہ چلا گیا۔اس کے بعد میں نے سارے راستے اس کو نہیں دیکھا۔آخر میں منٰی میں وہ نظر پڑا اور اس نے چند شعر پڑھے۔جن کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ محبوب جس کو میرا خون بہانا اچھا معلوم ہوتا ہے میرا خون حرم میں بھی اس کے لیے حلال ہے اور حرم سے باہر بھی۔خدا کی قسم اگر میری روح کو یہ پتہ چل جائے کہ کس پاک ذات کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے تو قدم کے بجائے سر کے بل کھڑی ہو جائے اور ملامت کرنے والے مجھے اس کے عشق میں ملامت نہ کر، اگر تجھے وہ نظر آجائے جو میں دیکھتا ہوں تو کبھی بھی لب کشائی نہ کرے۔ لوگ اپنے بدن سے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اگر وہ اللہ کی پاک ذات کا طواف کرتے تو حرم سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔عید کے دن لوگوں نے تو بھیڑ بکری کی قربانی کی، لیکن معشوق نے میری جان کی اس دن قربانی کی۔لوگوں نے حج کیا ہے اور میرا حج اپنی سکون کی چیز کا ہے۔لوگوں نے قربانیاں کی ہیں میں تو اپنے خون کی اور اپنی جان کی قربانی کرتا ہوں۔اس کے بعد یہ دعا کی، "اے اللہ لوگوں نے قربانیوں کے ساتھ تیرا تقرب حاصل کیا۔میرے پاس کوئی چیز قربانی کے لیے نہیں ہے سوائے اپنی جان کے۔میں اس کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔تو اس کو قبول کر لے۔"

اس کے بعد ایک چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر گیا۔اس کے بعد غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اللہ کا دوست ہے، اللہ کا قتیل ہے۔

مالک کہتے ہیں کہ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور رات بھر اس کی سوچ میں پریشان اور متفکر رہا۔ اسی میں آنکھ لگ گئی تو خواب میں اس کو دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ کہنے لگے کہ جو شہداء بدر کے ساتھ ہوا۔

قصہ ایک لڑکے کا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال سخت ترین گرمی کے زمانے میں حج کو چلا۔ لو، بڑی شدت سے چلتی تھی۔ ایک دن جبکہ میں وسط حجاز میں پہنچ گیا۔ اتفاقاً قافلہ سے بچھڑ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی۔ دفعۃً آنکھ جو کھلی تو مجھے اس جنگل بیابان میں ایک آدمی نظر آیا تو میں جلدی جلدی اس کی طرف چلا تو دیکھا ایک کمسن لڑکا تھا جس کے ڈاڑھی بھی نہ نکلی تھی اور اس قدر حسین کہ گویا چودھویں رات کا چاند ہے، بلکہ دوپہر کا سورج۔ اس پر ناز و نعمت کے کرشمے چمک رہے ہیں۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے کہا ابراہیم وعلیکم السلام۔ میرا نام لینے پر مجھے انتہائی حیرت ہوئی اور مجھ سے سکوت نہ ہو سکا۔ میں نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ صاحبزادے تمہیں میرا نام کس طرح معلوم ہوا تم نے تو مجھے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ کہنے لگا کہ ابراہیم! جب سے مجھے معرفت حاصل ہوئی میں انجان نہیں بنا اور جب سے مجھے وصال نصیب ہوا کبھی فراق نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا کہ اس سخت گرمی میں اس جنگل میں تمہیں کیا مجبوری کھینچ کر لائی۔ کہنے لگا کہ ابراہیم اس کے سوا میں نے کبھی کسی سے انس پیدا نہیں کیا اور نہ اس کے سوا کبھی کسی کو ساتھی اور رفیق بنایا میں ہر کسی سے بالکل منقطع ہو چکا ہوں اور اس کے

معبود ہونے کا اقرار کر چکا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تیرے کھانے پینے کا ذریعہ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ محبوب نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے ان عوارض کی وجہ سے جو میں نے ذکر کیے تیری جان کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اس نے روتے ہوئے کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی موتیوں کی طرح سے اس کے رخساروں پر پڑ رہی تھی۔ چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ کون شخص ڈرا سکتا ہے مجھ کو جنگل کی سختی سے حالانکہ میں اس جنگل کو اپنے محبوب کی طرف چل کر قطع کر رہا ہوں اور اس پر ایمان لا چکا ہوں۔ عشق مجھ کو بے چین کر رہا ہے اور شوق ابھارے لیے جاتا ہے اور اللہ کا چاہنے والا کبھی کسی آدمی سے نہیں ڈر سکتا۔ اگر مجھے بھوک لگے گی تو اللہ کا ذکر میرا پیٹ بھرے گا اور اللہ کی حمد کی وجہ سے میں پیاسا نہیں ہو سکتا اور اگر میں ضعف میں ہوں تو اس کا عشق مجھے حجاز سے خراسان تک (یعنی پورب سے پچھم تک) لے جا سکتا ہے۔ تو میرے بچپن کی وجہ سے مجھے حقیر سمجھتا ہے اپنی ملامت کو چھوڑ، جو ہونا تھا ہو چکا۔

میں نے پوچھا تجھے خدا کی قسم اپنی صحیح صحیح عمر بتا کیا ہے؟ کہنے لگا کہ تو نے بڑی سخت قسم مجھ کو دے دی جو میرے نزدیک بہت ہی بڑی ہے۔ میری عمر بارہ برس کی ہے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ ابراہیم تجھے میری عمر پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ میں نے بتا تو دی ہے۔ میں نے کہا مجھے تیری باتوں نے حیرت میں ڈال دیا۔ کہنے لگا اللہ کا شکر ہے اس نے بڑی نعمتیں عطا فرمائیں اور اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنے بہت سے مومن بندوں سے افضل بنایا۔

ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس کی حسنِ صورت، حسنِ سیرت اور شیریں کلام

پر بڑا ہی تعجب ہوا۔ میں نے کہا سبحان اللہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کیسی کیسی صورتیں بنائی ہیں۔ اس نے تھوڑی دیر نیچے کو سر جھکا لیا پھر اوپر کی طرف منہ اٹھا کر بہت ترچھی کڑوی نگاہ سے مجھے دیکھا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ "اگر میری سزا جہنم ہو تو میرے لیے ہلاکت ہے اس وقت میری یہ رونق اور خوبصورتی کیا بنائے گی۔ اس وقت میری ساری خوبیوں کو عذاب عیب دار بنا دے گا اور جہنم میں طویل عرصہ تک رونا پڑے گا اور جبار جلِ جلالہٗ یہ فرمائے گا او بدترین غلام تو میرے نافرمانوں میں ہے۔ تو نے دنیا میں میرا مقابلہ کیا۔ میری حکم عدولی کی۔ کیا تو میرے عہد و پیمان کو (جو ازل میں ہوئے تھے) بھول گیا تھا یا میری (قیامت کی) ملاقات کو بھول گیا تھا۔ اے ابراہیم تو اس دن دیکھے گا کہ فرمانبرداروں کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ اپنے اوپر سے انوار کے پردے ہٹا دیں گے جس کی وجہ سے یہ فرمانبردار اس پاک ذات کی زیارت سے ایسے مبہوت ہو جائیں گے کہ اس کے مقابلے میں ہر نعمت اور ہر راحت کو بھول جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ ان فرمانبرداروں کو ہیبت اور خوشنودی کا لباس پہنائیں گے اور ان کے چہروں کو رونق اور شادابی عطا ہوگی۔"

یہ اشعار پڑھ کر کہنے لگا اے ابراہیم مجبور وہ ہے جو دوست سے منقطع ہو گیا ہو اور وصال اس کو حاصل ہے جس نے اللہ کی اطاعت سے وافر حصہ لیا ہو لیکن ابراہیم اپنے رفقاء سفر سے بچھڑ گئے ہو۔ میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی رہ گیا۔ تجھ سے اللہ کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لیے دعا کر کہ میں اپنے ساتھیوں

سے جاملوں۔ میرے اس کہنے پر اس لڑکے نے آسمان کی طرف دیکھا اور کچھ آہستہ آہستہ زبان سے کہا کہ مجھے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوئے اس وقت مجھے دفعتہً نیند کا جھونکہ سا آیا یا بیہوشی سی ہوئی۔ اس سے جو میں نے افاقہ پایا، تو قافلہ کے بیچ میں اونٹ پر اپنے آپ کو پایا اور میرے اونٹ پر جو میرا ساتھی تھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا ابراہیم ہوشیار رہو۔ سنبھلے رہو ایسا نہ ہو اونٹ پر سے گر جاؤ اور اس لڑکے کا مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین کے اندر اتر گیا۔ جب ہم سارا راستہ طے کر کے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لڑکا کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے رو رہا ہے اور چند شعر پڑھ رہا ہے۔

جس کا ترجمہ ہے۔ "میں کعبہ کا پردہ پکڑ رہا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت بھی کر رہا ہوں، لیکن دل میں جو کچھ ہے اس راز کی بات کو تو خوب جانتا ہے میں بیت اللہ کی طرف پیدل چل کر آیا ہوں، کہیں سوار نہیں ہوا۔ اس لیے کہ میں باوجود اپنی کم سنی کے فریفتہ عاشق ہوں۔ میں بچپن ہی سے تجھ پر مرنے لگا ہوں جب کہ میں عشق کو جانتا بھی نہ تھا اور اگر لوگ ملامت کریں کسی بات پر تو میں ابھی عشق کا طفل مکتب ہوں۔ اے اللہ اگر میری موت کا وقت آ گیا ہو تو شاید میں تیرے وصل سے بہرہ یاب ہو سکوں۔"

اس کے بعد وہ بے اختیار سجدہ میں گر گیا اور میں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد میں اس کے پاس گیا اور اس کو ہلایا تو وہ انتقال کر چکا تھا۔

ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس کے انتقال کا بڑا سخت صدمہ ہوا۔ میں وہاں

سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ پر آیا اور اس کے کفن دینے کے لیے کپڑا لیا اور مدد کے لیے ایک دو آدمی ساتھ لیے اور وہاں پہنچا جہاں اس کو مردہ چھوڑ کر آیا تھا تو اس کی نعش کا کہیں پتہ نہ چلا۔ وہاں دوسرے حاجیوں سے دریافت کیا مگر کسی کو بھی پتہ نہ چلا کہ کسی نے اس کو دیکھا ہو تو میں نے سمجھا کہ اللہ جلِ شانہٗ نے اس کو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ فرما دیا ہے۔ میں وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے مجمع میں ہے اور سب سے پیش پیش ہے اور اس پر اس قدر نور چمک رہا ہے اور ایسے عمدہ جوڑے ہیں کہ ان کی صفت بیان میں نہیں آ سکتی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو وہی لڑکا ہے۔ کہنے لگا کہ میں وہی ہوں۔ میں نے پوچھا کیا تیرا انتقال نہیں ہوا۔ اس نے کہا ہاں ہو گیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو تجھے تجہیز و تکفین کے لیے بہت تلاش کیا کہیں پتہ نہ چلا۔ کہنے لگا۔

ابراہیم سن جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا اور اپنی محبت میں فریفتہ کیا اور میرے عزیز و اقارب سے جدا کیا، اسی نے مجھے کفن دیا اور کسی دوسرے کا محتاج نہیں بننے دیا۔ میں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا اللہ جلِ جالہٗ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ الٰہی تو ہی مقصود ہے اور تیری ہی مجھے آرزو ہے۔ فرمایا کہ بیشک تو میرا سچا بندہ ہے اور جو تو مانگے اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے زمانے کے تمام آدمیوں میں میری سفارش قبول فرما لے۔ ارشاد ہوا کہ ان سب کے بارے

میں تیری سفارش مقبول ہے۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس لڑکے نے خواب میں مجھ سے رخصتی مصافحہ کیا اور میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ میں نے اپنے حج کے جو ارکان باقی تھے وہ پورے کیے، لیکن اس لڑکے کی یاد سے اور اس کے رنج سے میرے دل کو قرار نہ تھا۔ میں حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا لیکن راستہ میں سارے قافلہ والے یہ کہتے تھے کہ ابراہیمؒ تیرے ہاتھ کی مہک سے ہر شخص حیران ہے کہ کیسی خوشبو آرہی ہے اور اس واقعہ کے نقل کرنے والے کہتے ہیں کہ مرنے تک ابراہیمؒ کے ہاتھوں میں سے وہ خوشبو آتی رہی۔

قصہ حضرت امام حسینؓ کی آل میں سے ایک بچے کا

حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا۔ راستہ میں چند لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے اور ایک لڑکا ان کے قریب کھڑا رو رہا تھا۔ مجھے یہ خیال ہو کہ اس لڑکے کے پاس بادام اور اخروٹ نہیں ہیں ان کی وجہ سے رو رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا بیٹا تجھے میں اخروٹ بادام خرید دوں گا تو بھی ان سے کھیلنا۔ اس نے میری طرف نگاہ اٹھا کر کہا ارے بیوقوف، کیا ہم کھیل کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا پھر کس کام کے واسطے پیدا ہوئے ہو؟ کہنے لگا کہ علم حاصل کرنے کے واسطے اور عبادت کرنے کے واسطے۔ میں نے کہا اللہ جلِ شانہٗ تیری عمر میں برکت فرمائے، تو نے یہ بات کہاں سے معلوم کی؟ کہنے لگا حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا (سورۂ مومنون۔۲۳۔آیت۔۱۱۵) ترجمہ: کیا

تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس لوٹائے نہیں جاؤ گے؟" میں نے کہا بیٹا تو تو بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے مجھے کچھ نصیحت کر۔ اس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ ہے کہ۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہر وقت چل چلاؤ میں ہے (آج یہ گیا کل وہ گیا) ہر وقت چلنے کے لئے دامن اٹھائے قدم اور پنڈلی پر (دوڑنے کے لئے تیار رہتی ہے) پس نہ تو دنیا کسی زندہ کے لیے باقی رہتی ہے، نہ کوئی زندہ دنیا کے لیے باقی رہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ پس او بیوقوف جو دنیا کے ساتھ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے بس کر اور دنیا سے اپنے لیے کوئی (آخرت میں کام آنے والی) اعتماد کی چیز لے لے۔"

یہ شعر پڑھ کر اس لڑکے نے آسمان کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور آنسوؤں کی لڑی اس کے رخساروں پر جاری تھی۔ کہہ رہا تھا:

"اے وہ پاک ذات کہ اسی کی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ جب اس سے کوئی شخص امید باندھ لے تو وہ نامراد نہیں ہو سکتا۔ اس کی امید ضرور پوری ہوتی ہے۔"

یہ شعر پڑھ کر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ میں نے جلدی سے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اپنی آستین سے اس کے منہ پر جو مٹی وغیرہ لگ گئی تھی پونچھنے لگا۔ جب اس کو ہوش آیا تو میں نے کہا بیٹا، ابھی سے تمہیں اتنا خوف کیوں ہو گیا۔ ابھی تو تم بہت بچے ہو ابھی تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ بھی نہ لکھا

جائے گا؟ کہنے لگا بہلول ہٹ جاؤ۔ میں نے اپنی والدہ کو ہمیشہ دیکھا کہ جب وہ آگ جلانا شروع کرتی ہیں تو پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں ہی چولہے میں رکھتی ہیں۔ اس کے بعد بڑی لکڑیاں رکھتی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ میں نہ رکھ دیا جاؤں۔ میں نے کہا صاحبزادہ تم تو بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو۔ مجھے کوئی مختصر سی نصیحت کرو۔ اس نے اس پر پھر چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ ہے۔ ''میں غفلت میں پڑا رہا اور موت کو ہانکنے والا میرے پیچھے پیچھے موت کو ہانکے چلا آ رہا ہے، اگر میں آج نہ گیا تو کل ضرور جاؤں گا۔ میں نے اپنے بدن کو اچھے اچھے اور نرم نرم لباس سے آرستہ کیا حالانکہ میرے بدن کے لئے (قبر میں جا کر) گلنے اور سڑنے کے سوا چارہ کار نہیں۔ وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جب کہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا ہوا ہوں گا۔ میرے اوپر مٹی کا ڈھیر ہوگا اور نیچے قبر کا گڑھا ہوگا اور میرا یہ حسن و جمال سارے کا سارا جاتا رہے گا اور بالکل مٹ جائے گا حتیٰ کہ میری ہڈیوں پر گوشت رہے گا نہ کھال رہے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر تو ختم ہوتی جارہی ہے اور آرزوئیں ہیں کہ پوری نہیں ہو رہیں اور بڑا طویل سفر سامنے ہے اور توشہ ذرا سا بھی ساتھ نہیں اور میں نے کھلم کھلا گناہوں کے ساتھ اپنے نگہبان اور محافظ کا مقابلہ کیا اور بڑی بری حرکتیں کی ہیں جواب واپس بھی نہیں ہو سکتیں (یعنی جو گناہ کر چکا ہوں وہ واپس نہیں ہوسکتا) اور میں نے لوگوں سے چھپانے کے لئے پردے ڈالے کہ میرا عیب کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن میرے جتنے مخفی گناہ ہیں۔ وہ کل کو اس مالک کے سامنے ظاہر ہوں گے (اس کی پیشی میں پیش ہوں گے) اس میں شک نہیں کہ

مجھے اس کا خوف ضرور تھا، لیکن میں اس کے غایتِ حلم پر بھروسہ کرتا رہا (جس کی وجہ سے جرأت ہوتی رہی) اور اس پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ بڑا غفور ہے اس کے سوا کون معافی دے سکتا ہے۔ بیشک تمام تعریفیں اسی پاک ذات کے لیے ہیں۔ اگر موت کے اور مرنے کے بعد گلنے اور سڑنے کے سوا کوئی دوسری آفت نہ بھی ہوتی اور میرے رب کی طرف سے جنت کا وعدہ اور دوزخ کی دھمکی نہ بھی ہوتی تب بھی مرنے اور سڑنے ہی میں اس بات پر کافی تنبیہ موجود تھی کہ لہو ولعب سے احتراز کیا جاتا لیکن کیا کریں کہ ہماری عقل زائل ہوگئی۔ (کسی بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی بس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) کاش گناہوں کا بخشنے والا میری مغفرت کر دے۔ جب کسی غلام سے کوئی لغزش ہوتی ہے، تو آقا ہی اس کو معاف کرتا ہے۔ بیشک میں بدترین بندہ ہوں جس نے اپنے مولیٰ کے عہد میں خیانت کی اور نالائق غلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی قول قرار معتبر نہیں ہوتا۔ میرے آقا جب تیری آگ میرے بدن کو جلائیگی، تو میرا کیا حال بنے گا جب کہ سخت سے سخت پتھر بھی اس آگ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ میں موت کے وقت بھی تنہا رہ جاؤں گا، قبر میں بھی اکیلا ہی جاؤں گا، قبر سے بھی اکیلا ہی اٹھوں گا (کسی جگہ بھی کوئی میرا معین و مددگار نہ ہوگا) پس اے وہ پاک ذات جو خود اکیلی ہے، وحدہٗ لاشریک ہے، ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تن تنہا رہ گیا۔" بہلولؒ کہتے ہیں کہ اس کے یہ اشعار سن کر مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں غش کھا کر گر گیا۔ بڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا جا چکا تھا۔ میں نے ان بچوں سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون تھا۔ وہ کہنے لگے تو اس کو نہیں جانتا۔ یہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد

میں ہے۔ میں نے کہا مجھے خود ہی حیرت ہو رہی تھی کہ یہ پھل کس درخت کا ہے واقعی یہ پھل اسی درخت کا ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس خاندان کی برکتوں سے منتفع فرمائے۔ آمین۔

قصہ ایک لڑکی کا

محمد بن حسین بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کو گیا میں اتفاق سے مکہ کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک بوڑھا آدمی ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا لڑکی کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ بدن بہت لاغر لیکن اس کے چہرہ پر ایک نورانی چمک تھی۔ وہ بوڑھا پکار رہا تھا کہ کوئی اس لڑکی کا خریدار ہے کوئی ہے جو اس کو پسند کرے، کوئی ہے جو بیس اشرفی سے اس کی قیمت زیادہ دے۔ اس شرط پر کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں۔ میں نے اس بوڑھے کے قریب جا کر پوچھا کہ اس باندی کی قیمت کا حال تو معلوم ہو گیا، اس میں عیب کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ لڑکی پاگل ہے، ہر وقت غمزدہ رہتی ہے، رات بھر نماز پڑھتی ہے، دن بھر روزہ رکھتی ہے، نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے، ہر جگہ بالکل تنہائی پسند کرتی ہے۔ جب میں نے اس کی بات سنی تو وہ لڑکی مجھے پسند آ گئی اور میں نے اس کو خرید لیا اور اپنی قیام گاہ پر لے گیا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے بیٹھی ہے۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور کہنے لگی کہ میرے چھوٹے آقا آپ کا وطن کہاں ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ میں نے کہا عراق ہے۔ کہنے لگی کونسا عراق، بصرہ یا کوفہ۔ میں نے کہا دونوں نہیں کہنے لگی تو کیا آپ بغداد کے رہنے

والے ہیں؟ میں نے کہاں ہاں۔ کہنے لگی واہ واہ، وہ تو عابدوں کا شہر ہے،زاہدوں کا شہر ہے، مجھے تعجب ہوا کہ یہ باندی ایک کوٹھڑی سے دوسری کوٹھڑی میں جانے والی،اس کو عابدوں زاہدوں کی کیا خبر۔ میں نے اس سے دل لگی کے طور پر پوچھا کہ تو ان میں سے کن کن عابدوں کو جانتی ہے۔ کہنے لگی مالک بن دینارؒ کو بشر حافیؒ کو صالح مریؒ کو ابو حاتم سجستانیؒ کو معروف کرخیؒ کو محمد بن حُسین بغدادیؒ کو رابعہ عدویہؒ کو شعوانہؒ کو میمونہؒ کو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان سب کا حال کس طرح معلوم ہوا۔ کہنے لگی اے آقا میں ان کو کیسے نہ جانوں۔ خدا کی قسم یہ لوگ دلوں کے طبیب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عاشق کو معشوق کا راستہ بتاتے ہیں۔ پھر اس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے فکر اللہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ پس ان کے لیے کوئی فکر ہی کسی اور کا نہیں رہا۔ ان لوگوں کا مقصد صرف ان کا مولیٰ اور ان کا سردار ہے کیا ہی بہترین مقصد ہے جو صرف ایک بے نیاز ذات کے واسطے ہے۔ نہ تو دنیا ان سے الجھتی ہے اور نہ کھانوں کی عمدگی نہ دنیا کی لذتیں، نہ اولاد، نہ ان سے اچھا لباس جھگڑتا ہے نہ مال کی روز افزوں زیادتی، نہ تعداد کی کثرت۔" اس کے بعد میں نے کہا اے لڑکی میں محمد بن حسین ہی ہوں۔ کہنے لگی کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی تا کہ تم سے میری کہیں ملاقات ہو جائے۔ تمہاری وہ دلکش آواز کیا ہوئی جس سے تم مریدین کے دلوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور سننے والوں کی آنکھیں اس سے بھر جایا کرتی تھیں۔ میں نے کہا بحالہ موجود ہے۔ کہنے لگی خدا کی قسم مجھے قرآنِ پاک کچھ سنا دو۔ میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط پڑھی، تو

اس نے بہت زور سے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا جس سے اس کو افاقہ ہوا تو کہنے لگی جس کے نام کا یہ اثر ہے اگر میں اس کو پہچان لوں اور جنت میں اس کو دیکھ لوں گی تو کیا حال ہوگا۔ پھر کہنے لگی اچھا پڑھیے اللہ جل شانہٗ آپ پر رحم کرے۔ میں نے یہ آیت پڑھی: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (سورۂ جاثیہ۔۴۵۔ آیت۔۲۱) ترجمہ: ''جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے کہ ان سب کا جینا مرنا ایک سا ہو جائے (جو ایسا گمان کرتے ہیں) بہت بری تجویز کر رہے ہیں۔'' یہ آیت سن کر وہ کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے ہم نے کبھی کسی کی نہ پرستش کی نہ کسی صنم کو بوسہ دیا اور کچھ پڑھیے، اللہ آپ پر رحم کرے میں نے پڑھا۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (سورۂ کہف ۱۸۔ آیت ۲۹) بیشک ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس کی قناتیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوں گی اور اگر وہ لوگ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کے تلچھٹ کی طرح (بدہیئت) ہوگا (اور ایسا سخت گرم) مونہوں کو پکارے گا۔ کیا ہی برا پانی ہوگا اور (جہنم) کیا ہی برا ٹھکانا ہوگا۔ وہ کہنے لگی تم نے اپنے دل پر ناامیدی لازم کردی۔ اپنے دل کو امید اور خوف کے درمیان معطر کرد۔ کچھ اور پڑھو اللہ جل

شانہٗ آپ پر رحم کرے۔ تو میں نے پڑھا وُجُوْہٌ" یَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَۃٌ" ضَاحِکَۃٌ" مُّسْتَبْشِرَۃٌ" (سورۂ عبس ۸۰۔ آیت ۳۸ سے ۳۹) ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن خنداں وشاداں ہوں گے اور یہ پڑھا وُجُوْہٌ "یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ" اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ" (سورۂ قیمہ۔۷۵۔ آیت ۲۲ سے ۲۳) ترجمہ: ''بہت سے چہرے اس دن بارونق ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے۔'' اس پر وہ کہنے لگی ہائے مجھے اس دن اس کی ملاقات کا کتنا اشتیاق ہوگا جس دن وہ اپنے دوستوں کے لیے تجلی فرمائے گا۔ کچھ اور پڑھیے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ میں نے یہ آیت پڑھی: یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ" مُّخَلَّدُوْنَ ہ بِاَکْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَکَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ لَّایُصَدَّعُوْنَ عَنْھَا وَلَایُنْزِفُوْنَ ہ (سورۂ واقعہ۔۵۶۔ آیت ۱۷ سے ۱۹) چند آیتیں لِاَصْحَابِ الْیَمِیْنِ ہ (سورۂ واقعہ۔۵۶۔ آیت ۳۶ سے ۳۸)۔ تک یعنی سورہ واقعہ کے پہلے رکوع کے ختم تک پڑھیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ان (اعلیٰ درجہ والوں) کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ یہ چیزیں لے کر ہمیشہ آتے جاتے رہیں گے۔ آبخورے اور آفتابے اور ایسے گلاس جو بہتی ہوئی شراب سے بھرے گئے ہوں کہ نہ اس شراب سے ان کو سر کا درد ہوگا (یعنی چکر آئے گا) نہ عقل میں فتور آئے گا اور ایسے میوے لے کر آئیں گے جن کو یہ لوگ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہو اور ان کے لیے خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی جیسا کہ (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ یہ سب کچھ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (یہ لوگ جنت میں) نہ بک بک سنیں گے نہ کوئی

اور بیہودہ بات۔ بس سلام ہی سلام کی آواز (ہر طرف سے) آئے گی اور (نمبر دو کے حضرات) جو داہنے والے ہیں (یعنی ان کے اعمال نامے داہنے ہاتھ میں ملے ہیں) وہ داہنے والے بھی کیسے اچھے آدمی ہیں۔ وہ ان باغوں میں رہیں گے جہاں بغیر کانٹوں کی بیریاں ہوں گی اور تہہ بہ تہہ کیلے لگے ہوئے ہوں گے اور بہت لمبا سایہ ہوگا اور بہتا ہوا پانی ہوگا اور بہت کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان میں کسی قسم کی روک ٹوک ہوگی۔ (جتنا جس کا دل چاہے کھائے) اور اونچے اونچے فرش ہوں گے اور ان کے لیے بھی عورتیں (ہوں گی جن کو) ہم نے خاص طور سے بنایا یعنی ایسا بنایا کہ وہ (ہمیشہ ہمیشہ) کنواریاں ہی رہیں گی (یعنی صحبت کے بعد پھر کنواری بن جائیں گی) اور (ناز و انداز کے لحاظ سے) محبوبہ ہوں گی اور (جنت والوں کی) ہم عمر ہوں گی اور یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لیے ہیں۔" (ترجمہ ختم ہوا) پھر وہ لڑکی مجھ سے کہنے لگی میرا خیال ہے کہ تم نے بھی حوروں سے منگنی کی ہے کچھ ان کے مہروں کے واسطے بھی خرچ کیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ مجھے بتادے ان کا مہر کیا ہوگا میں تو فقیر آدمی ہوں۔ کہنے لگی رات کو تہجد پڑھنا، دن کو روزہ رکھنا اور فقراء و مساکین سے محبت رکھنا۔ اس کے بعد اس باندی نے چھ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ "اے وہ شخص جو حوروں سے ان کے پردہ میں منگنی کرتا ہے اور ان کے عالی مرتبہ کے باوجود ان کا طالب ہے۔ کوشش کے ساتھ کھڑا ہوجا۔ سستی ہرگز نہ کر، نفس سے مجاہدہ کر، اس کو صبر کا عادی بنا، رات کو تہجد پڑھا کر، دن کو روزہ رکھا کر یہ ان کا مہر ہے۔ اگر تیری دونوں آنکھیں ان کو اس حال میں دیکھ لیں جبکہ وہ تیری طرف

متوجہ ہو رہی ہوں اور ان کے سینوں پر اناروں کی طرح سے ان کے پستان ابھر رہے ہوں اور وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ چل رہی ہوں) اور ان کے سینوں پر چمکتے ہوئے ہار پڑے ہوئے ہوں، تو اس وقت تیری نگاہ میں یہ دنیا کی جتنی زیب و زینت ہے ساری ہی سبک بن جائے۔" یہ اشعار پڑھ کر اس کو بے ہوشی طاری ہوگئی۔ میں نے پھر اس کے چہرے پر پانی وغیرہ چھڑکا تو اس کو افاقہ ہوا۔ تو اس نے کہا: "اے اللہ تو مجھے عذاب سے بچائیو۔ بیشک میں اپنے گناہوں کا جو مجھ سے صادر ہوئے اقرار کرنے والی ہوں۔ تو نے کتنی کثرت سے میری خطاؤں کی لغزشیں معاف فرمائی ہیں۔ تو بڑے فضل والا ہے بڑے احسان والا ہے۔ لوگ مجھے اچھا گمان کرتے ہیں، لیکن اگر تو میری خطائیں معاف نہ کردے تو میں بدترین ہوں۔ میرے لیے کوئی تدبیر نہیں۔ اس کے سوا کہ تیری بخشش کی امید ہے اور تیرے ساتھ مجھے حسن ظن ہے۔ (کہ تو ضرور کرم کرے گا)

یہ اشعار پڑھ کر اس باندی کو پھر غشی ہوگئی۔ میں جو اس کے قریب پہنچا تو وہ مر چکی تھی۔ مجھے اس کے انتقال کا بے حد صدمہ ہوا۔ میں اٹھ کر بازار گیا کہ اس کی تجہیز و تکفین کا سامان خرید کر لاؤں۔ جب میں بازار سے لوٹا تو وہ کفنی کفنائی خوشبو لگی ہوئی معطر نعش رکھی ہوئی تھی۔ دو سبز کپڑوں میں اس کا کفن تھا جو جنت کا لباس تھا۔ کفن میں دو سطریں نور سے لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطر پر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّد" رَسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔ دوسری پر یہ آیت اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْف" عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ "خبردار رہو کہ اللہ کے ولیوں کو نہ تو خوف ہوتا ہے نہ غمگین ہوتے ہیں۔" میں اور میرے ساتھی ان کے جنازہ کو اٹھا

کر لے گئے۔ جنازہ کی نماز پڑھ کر دفنا دیا اور اس کی قبر پر سورۂ یٰسین شریف پڑھ کر اپنے حجرہ میں چلا آیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دل اس کے فراق سے غمگین تھا۔ واپس آ کر میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ لڑکی جنت میں پھر رہی ہے۔ نہایت مہکتے ہوئے زعفران کے باغیچہ میں ہے۔ ریشم کے اور استبرق کے جوڑے پہن رہی ہے۔ اس کے سر پر ایک موتیوں سے جڑا ہوا تاج ہے اور پاؤں میں سرخ یاقوت کے جوتے ہیں۔ مشک و عنبر کی خوشبو اس سے مہک رہی ہے اس کا چہرہ شمس و قمر سے زیادہ روشن ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی ذرا ٹھہر تو، یہ تو بتا دے کہ یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت تجھے ملا۔ کہنے لگی کہ فقراء اور مساکین کی محبت سے اور استغفار کی کثرت سے اور مسلمانوں کے راستہ میں سے تکلیف دینے والی چیزوں کے ہٹا دینے سے۔ پھر اس نے تین شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جس کی آنکھیں راتوں کو جاگتی ہوں اور اپنے مالک کے عشق کی بے چینی میں رات گزار دے اور کسی دن اپنی کوتاہیوں پر نوحہ کر لیا کرے اور اپنی خطاؤں پر رو لیا کرے اور شب کو اکیلا کھڑا ہو۔ اللہ کے عذاب کے خوف سے اختر شماری کرتا ہو اس حال کی حق تعالیٰ شانہٗ کی نگاہ حفاظت کر رہی ہو۔

قصہ ایک عورت کا

ابوالحسن سراجؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا۔ میں طواف کر رہا تھا میری نگاہ ایک ایسی حسین عورت پر پڑی جس کے چہرہ کا حسن چمک رہا

تھا۔ میں نے کہا واللہ ایسی حسین عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ یہ اس کے چہرہ کی ساری رونق اس وجہ سے ہے کہ اس کو کبھی کوئی رنج وغم نہیں پہنچا۔ اس نے میری بات سن لی۔ کہنے لگی تم نے یہ کیا کہا۔ واللہ میں غموں میں جکڑی ہوئی ہوں اور میرا دل فکروں سے اور آفتوں سے زخمی ہے اور کوئی بھی میرے غموں میں میرا شریک نہیں رہا۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ میرے خاوند نے قربانی کی ایک بکری ذبح کی۔ میرے دو چھوٹے بچے کھیل رہے تھے اور ایک بچہ دودھ پیتا میری گود میں تھا۔ میں گوشت پکانے کے لیے اٹھی تو ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا میں تجھے بتاؤں کہ ابا نے بکری کس طرح ذبح کی۔ اس نے کہا بتا، تو اس نے چھوٹے بھائی کو لٹا کر بکری کی طرح ذبح کر دیا۔ پھر وہ اس کو ذبح کر کے ڈر کے مارے بھاگ گیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہاں ایک بھیڑیے نے اس کو کھالیا۔ باپ اس کی تلاش میں نکلا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے پیاس کی شدت سے مر گیا۔ میں دودھ پیتے بچے کو بٹھا کر دروازہ تک گئی کہ شاید خاوند کا کچھ پتہ کسی سے ملے تو وہ بچہ گھسٹتا ہوا ہانڈی کے پاس پہنچ گیا جو چولہے پر رکھی ہوئی جوش سے پک رہی تھی۔ اس کو جو اس نے ہلایا وہ پکتی پکتی اس پر گر گئی۔ جس سے اس بچے کا سارے بدن کا گوشت جل کر ہڈیوں سے الگ ہو گیا، میری ایک بڑی لڑکی تھی جو اپنے خاوند کے گھر تھی اس کو جب اس سرائے قصہ کی خبر پہنچی تو وہ خبر سن کر زمین پر گر گئی۔ اسی میں اس کی بھی موت مقدر تھی وہ بھی مر گئی، مقدر نے ان سب کے درمیان سے مجھے اکیلی کو چھوڑ دیا۔ میں نے کہا ان مصیبتوں پر تجھے کس طرح صبر آیا؟ وہ کہنے لگی کہ جو شخص صبر اور بے صبری میں

الگ الگ غور کرے گا وہ ان کے درمیان بہت بونِ بعید پائے گا۔ صبر کا انجام محمود ہے اور بے صبری پر کوئی اجر نہیں ملتا۔ پھر اس نے تین شعر پڑھے اور چل دی۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ ''میں نے صبر کیا اس لیے کہ صبر بہترین اعتماد کی چیز ہے اور اگر بے صبری سے مجھے کوئی فائدہ پہنچ سکتا، تو کرتی۔ میں نے ایسی مصیبتوں پر صبر کیا اگر وہ مصیبتیں سخت پہاڑوں پر پڑتیں تو وہ پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ میں نے اپنے آنسوؤں پر قدرت پائی۔ پس ان کو نکلنے سے روک دیا۔ اب وہ آنسو اندر ہی اندر میرے دل پر گر رہے ہیں۔

اِنَّا اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شیٔ قَدِیر ہ

نوٹ: ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا رحم کرے۔ لیکن شرط ہے کہ اس کتاب کی اصلاح طلب باتیں پڑھ کر سب مثبت عمل اپنائیں اور اللہ کی نافرمانی کرنے سے گریز کریں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔